رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء

معارف

دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ (۵) سالانہ

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ

دائرۃ المعارف

یعنی

معارف اعظم گڈہ

کی

۴۸ ویں جلد

از جولائی سنہ ۱۹۴۱ء تا دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈہ

تاریخی کتابیں

لمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر
ران کے جوابات، مورخانہ تحقیق وتنقید
یں پہلا نمونہ، قیمت: عہ ر وعہ
ندوستان، آغازِ اسلام سے اس عہد
دا ور خلفاے اسلام سے جو تعلقات
تشریح اور سلاطین ہند کی تاریخ،
سے ان کے تعلقات کا ثبوت،
: ۸ ر ۸۶ صفحے
لمگیر، اس میں رقعات پر مختلف حیثیتوں
جس سے اسلامی فنِ انشاء اور شاہی
ہندوستان کے صیغۂ انشا کے اصول
علوم ہوتے ہیں، بالخصوص خود عالمگیر
تاریخ کے ماخذ اور عالمگیر کی ولادت
کے تمام واقعات وسوانح پر خود
کی روشنی میں تنقیدی بحث کی گئی ہو
عہ ر ۴۸۶ صفحے،
اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط
زادگی سے برادرانہ جنگ تک اعزہ
اس جلد میں جمع کئے گئے ہیں اور
سیاست اور تاریخ کے بیسوں حقائق
قیمت: ۓ ر ۳۹۶ صفحے،
مسلمانوں نے سسلی پر دو صدی
کی، اور اسپین کی طرح اس کو بھی
مرکز بنا دیا اور تقریباً پانسو
وابستہ ہے، مگر افسوس ہے کہ

اس کی کوئی تاریخ اردو، انگریزی میں کیا عربی میں بھی موجود نہ تھی، چھ سات برس کی مسلسل محنت اور تلاش وتحقیق کے بعد دو ضخیم جلدوں میں اس کی تاریخ مرتب کی گئی ہے، اس میں صقلیہ کے جغرافی حالات، سسلی، اٹلی وجزائر سسلی پر اسلامی حملوں کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کے دوروں کا عروج، اور مسلمانوں کے مصائب اور جلاوطنی کا مرقع دکھایا گیا ہے، قیمت: للعہ ر ۵۴۶ صفحے،

تاریخ صقلیہ دوم، یہ سسلی کے اسلامی عہد کا تمدنی مرقع ہے، کتاب چند ابواب میں ہے، پہلے مسلمانانِ صقلیہ کے قبائلی حالات، اسلامی آبادیاں، اسلامی عہد کی زبان، ادیان، مذاہب اور باشندوں کے اخلاق وعادات کا ذکر ہے، پھر نظامِ حکومت کی تفصیل ہے جس میں اس کے مختلف شعبوں اور ان کے اعمال کا ذکر ہے، پھر معاشی حالات کا بیان ہے، جن میں مسلمانوں کی صنعت، حرفت، زراعت اور تجارت کا بیان ہے، اس کے بعد علوم وآداب کا تذکرہ ہے، جس میں مختلف علوم، قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، کلام، مناظرہ، شعر وشاعری، علوم عقلیات، ریاضیات وطبیعیات کا تذکرہ ایک ایک فصل میں ہے، اور انہی میں مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، متکلمین، ادبا اور شعراء کے مفصل سوانح حیات، ان کی تصنیفات اور کلام نثر ونظم کا ذکر ہے، آخری باب سسلی کے اسلامی تمدن سے یورپ کے استفادہ کے متعلق ہے، قیمت: للعہ ر ۵۰۰ صفحے،

فہرست مضمون نگارانِ معارف

جلد ۴۸

جولائی سنہ ۱۹۴۱ء تا دسمبر ۱۹۴۱ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	جناب سید ابو عاصم صاحب بی، اے، دسنوی،	۴۶۵
۲	جناب اقبال انصاری ایم اے ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی، لکھنؤ یونیورسٹی،	۱۱۲-۲۰۶
۳	جناب مولوی امتیاز علی خانصاحب عرشی، ناظم کتب خانہ رامپور،	۳۷، ۸۵
۴	سید سلیمان ندوی،	۳-۸۲-۱۶۲، ۱۶۵، ۲۴۲، ۲۴۵، ۳۲۲، ۴۰۲
۵	سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب ایم اے رفیق دار المصنفین،	۳۴، ۴۴، ۴۷، ۱۳۱، ۱۴۱، ۱۴۸، ۲۱۸، ۲۲۶، ۲۵۹، ۳۰۸، ۳۴۷، ۳۹۱، ۴۳۲، ۴۷۱
۶	جناب شیخ عنایت اللہ صاحب بی اے، دہلوی،	۲۹۸، ۳۸۱، ۴۶۰
۷	جناب غلام مصطفیٰ خان صاحب ایم اے اسسٹنٹ لکچرار کنگ ایڈورڈ کالج، امراؤتی برار،	۳۶۹، ۴۵۰
	جناب محمد ابو اللیث صاحب	۱۸۶، ۲۸۳

اسماے گرامی	صفحہ	شمار	اسماے گرامی	صفحہ
...لکچرار اردو مسلم			فلسفہ جامعہ عثمانیہ،	
...ء			**شعراء**	
...صاحب ندوی	۱۷۱، ۲۷۲	۱	جناب اثر صہبائی،	۱۴۴
...ین،		۲	جناب اسد ملتانی،	۳۱۲
...اے پی ایچ	۳۲۵، ۴۰۵	۳	جناب ثاقب کانپوری،	۱۴۳ - ۳۱۴
...عثمانیہ،		۴	سرور - پروفیسر آل احمد سرور	۴۷۴
...الرحمن صاحب مرحوم	۴۹	۵	جناب شاہد صدیقی اکبرآبادی	۱۴۴
...ندوی،	۷۷، ۱۴۵، ۱۵۰، ۱۵۶، ۲۳۶، ۳۱۵، ۲۹۶، ۴۷۶	۶	منیر - پروفیسر محمد اکبر منیر ایم اے،	۲۲۹
		۷	جناب نشور واحدی،	۳۱۳
...علی صاحب	۹۸	۸	نظیر - جناب اصغر حسین خاں نظیر، لودھیانوی،	۴۷۵
...ست جوناگڈھ				
...ن صاحب	۵	۹	جناب یحییٰ اعظمی،	۳۱۲
...، استاذ				

فہرست مضامین

جلد ۴۸

جولائی ۱۹۴۱ء تا دسمبر ۱۹۴۱ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
	شذرات	۲، ۸۲، ۱۶۲، ۲۴۲، ۳۲۲، ۴۰۲	۱۰	قصص الحق،	۹۸
			۱۱	مجمع النفائس،	۱۱۲، ۲۰۶
	مقالات		۱۲	محسن کاکوروی اور ان کی نعتیات	۱۸۹، ۲۸۳
۱	تاریخ ملک ارسلان سلجوقی	۳۶۹، ۴۵۰	۱۳	موجودہ ہندوستان میں کاشتکاروں کے حقوق،	۲۴۵
۲	تیموری شاہزادوں کا علمی ذوق	۲۵۶، ۳۴۷، ۴۳۲			
۳	حافظ جلال الدین سیوطی،	۱۷۱، ۲۷۲		**تلخیص و تبصرہ**	
۴	دونوں جہاں کی بادشاہی	۱۶۵	۱	ترجمہ کے متعلق شیخ عنایت اللہ صاحب دہلوی کے خیالات،	۶۴،
۵	ظہور الاسرار نامی اور مظہر کثرہ،	۳۷-۸۵			
۶	علمیت اور انسانی آزادی،	۴۹	۲	خانان سیردردہ،	۳۸۱
۷	عہد نبوی کا نظام تعلیم،	۳۲۵	۳	خانانِ قرم (کریمیا)	۴۶۰
۸	قرآن کا فلسفۂ مذہب،	۵	۴	عربی زبان کے جدید رجحانات،	۱۳۱، ۲۱۸
۹	قرآنی تصور مملکت،	۴۰۵	۵	مغل یا منگل،	۲۹۸

	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
...ان،	۴۶۵	۸	ماتم فانی،	۳۱۲
...یتہ	۱۳۹، ۶۸ ۳۰۸، ۲۲۶ ۴۶۱، ۳۹۱	۹	وعظ جدید،	۳۱۲
			باب التقریظ والانتقاد	
	۲۲۹	۱	رسالوں کے سالنامے اور	۱۴۵
	۳۱۴، ۱۴۳		خاص نمبر،	
	۴۶۵	۲	نئے رسالے،	۱۵۰
	۱۴۴		**مطبوعات جدیدہ**	۱۵۶، ۷۷
	۳۱۳			۳۱۵، ۲۳۶
	۱۴۴		———	۴۶۷، ۳۹۶
	۴۷۴			

"جلد ۴۸" ماہ جمادی الآخر ۱۳۶۰ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۴۱ء "عدد ۱"

Accession No. 30666
Class No. معارف
Book No. 40

مضامین

شذرات،	سید سلیمان ندوی،	۴ - ۲
قرآن کا فلسفۂ مذہب،	جناب میر ولی الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی استاد فلسفہ جامعہ عثمانیہ	۳۶ - ۵
ظہور الاسرار نامی اور مظہر کٹرہ،	جناب مولوی امتیاز علی خاں صاحب عرشی، ناظم کتبخانۂ رامپور،	۴۸ - ۳۷
علیت اور انسانی آزادی،	پروفیسر معتضد ولی الرحمن صاحب مرحوم	۶۳ - ۴۹
ترجمہ کے متعلق شیخ عنایت اللہ صاحب دہلوی کے خیالات،	"ص ع"	۷۳ - ۶۴
اخبار علمیہ،	"	۷۶ - ۷۴
مطبوعات جدیدہ،	"م"	۸۰ - ۷۷

تاریخ اسلام حصۂ دوم بنی امیہ

اردو میں اسلامی تاریخ پر کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں تھی جس میں تیرہ سو سال کی تمام اہم اور قابل ذکر اسلامی حکومتوں کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کی تفصیل ہو، اس لئے دار المصنفین نے تاریخ اسلام کا پورا سلسلہ مرتب کرایا ہے، اس کے بعض حصے پہلے شائع ہو چکے ہیں، اس نئے حصہ میں اموی حکومت کی صد سالہ سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کی تفصیل ہے (مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی) ضخامت ۴۷۳ صفحے، قیمت: ۴ "منیجر"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

نہ دستور کے مطابق ان دنوں وطن (بہار) میں قیام ہے، شہر بہار اور اس کے اطراف
ں مسلمانوں پر ہندوؤں کے ظالمانہ حملوں کی اطلاعیں اخبارون کے ذریعہ سے عام
یں، ۲۰ مسلمان جن میں بوڑھے، بچے، اور عورتیں بھی داخل ہیں، شہید اور ۱۰۰ سے
گئے، سات آٹھ مسجدوں کو نقصان پہنچایا گیا، چند قبریں توڑی گئیں، اور بہت سے
لگائی گئی، اس وقت بہار کی عدالت میں مقدمے پیش ہیں، یورپین اور عیسائی
ت کی کرسیوں پر ہیں، ملزم حاضر کئے جا رہے ہیں اور گواہوں سے ان کی شناخت
، مگر ایک بلوائے عام کے ملزموں اور مجرموں کی شناخت جس قدر مشکل ہے وہ
ں کا نتیجہ جو کچھ ہو سکتا ہے وہ بھی چھپا نہیں،

ر نے متعدد نتیجے نگاہوں کے سامنے کر دیئے ہیں، ایک یہ ہے کہ ان سارے
لمانوں نے کسی ہندو پر از خود حملہ نہیں کیا، بلکہ ان کی حیثیت ہر جگہ اور ہر حالت
دوسری بات یہ کہ جہاں چند مسلمانوں نے بھی جرأت اور ہمت سے کام لیا اور
امانہ مقابلہ کیا، خدا کی موعودہ نصرت ان کے پاس پہنچی اور دشمنوں کے منھ پھیر دیئے،
انھوں نے بھاگ کر چھپنے کی کوشش کی وہیں مارے گئے اور اپنی سزا کو پہنچے،

اس واقعہ نے ان دیہاتوں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی کم ہے سراسیمگی پھیلا دی ہے، اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگنے اور ہٹنے کی کوشش میں ہیں، اور مسلمانوں کی بعض انجمنیں بھی چاہتی ہیں کہ ایسے دیہاتوں سے مسلمانوں کو نکال کر محفوظ مقامات میں جہاں مسلمان زیادہ تعداد میں ہیں آباد کر دیں یہ صورت اچھی ہے اور آیندہ کے لئے حفاظت کی تدبیروں میں سے ایک یہ تدبیر بھی ہو، مگر میری نظر ایک اور واقعہ پر ہے، مسلمانوں کا اس ملک میں قیام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد صرف ان کی ذاتی قوت بازو پر موقوف ہے، مسلمانوں کی ہر آبادی اسلام کا ایک مورچہ ہے، کسی مورچہ کو بے لڑے بھڑے دشمن کے حوالہ کر دینا آئینِ جنگ نہیں، جس طرح مسلمانوں نے اس ملک کے ایک ایک چپہ کو اپنے خون سے حاصل کیا ہے، ویسے ہی اس کے ایک ایک چپہ کو اپنے خون سے بچانا ہے دیکھئے کہ انگریزوں کو اپنی سلطنت کے بچاؤ کے لئے کتنی جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنی پڑ رہی ہیں، مگر قدم پیچھے نہیں ہٹاتے، مسلمان بھی کبھی اپنی سلطنت کا یہی حق ادا کرتے تھے لیکن جب دن سے ان پر بزدلی چھائی اور شخصی زندگی کی اہمیت ان کی اجتماعی زندگی کی اہمیت پر غالب آگئی، ہندوستان کے ہر معرکہ میں وہ پیچھے ہٹ گئے، اب پھر ان کو اپنی اجتماعی زندگی کا ثبوت دینا ہے، اور ہر حال میں اسلام کے ہر مورچہ کو بچانا ہے اور دنیا پر ثابت کرنا ہے کہ ان کو اس ملک میں زندہ رہنے کا حق حاصل ہے،

ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت اور سمجھوتے پر میرے قلم نے بارہا مضامین لکھے ہیں، اور آج بھی اس کی ضرورت کا قائل ہوں، مگر گڑگڑا کر دشمنوں سے اپنے زندہ رہنے کی التجا کرنے سے مردانہ وار مرجانا بہتر جانتا ہوں، کیونکہ مردانہ وار مظلومانہ موت بھی زندگی سے کم نہیں،

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ایسے صوبوں میں جہاں مسلمان بڑی اقلیت میں ہیں مسلمانوں کو اپنے بچاؤ کی
غفلت برتنا نہیں چاہئے، مگر اس بات کو پوری طرح باور کرتا ہے کہ ان کی زندگی
بیت میں نہیں، بلکہ شجاعانہ مدافعت اور اسلام کی برتر قوت پر یقین میں ہے،
ں کے مارنے سے نہیں مرتی، بلکہ اپنی اخلاقی اور ایمانی موت سے مرتی ہے، ہم کو
ہے کہ مسلمانوں کو اُن کی اخلاقی اور ایمانی موت سے بچائیں،

سمجھتے ہیں کہ سلطنتِ وقت ان کی حفاظت کی ذمہ دار ہے، اور اسی ذمہ داری
پنی زندگی کا خواب دیکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، کوئی سلطنت نہیں بلکہ
ں کی ذمہ دار ہے، اور قوم کے نوجوانوں پر جو ملت کے سپاہی ہیں، قوم
ن عائد ہوتا ہے، مگر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری قوت کا سرچشمہ ہماری ایمانی
ہے اس خزانہ کی حفاظت آہنی تیغ و خنجر کے بجائے اسلام کی حقانیت کی تلوار
ے خنجر سے ہو سکتی ہے،

مقالات

قرآن کا فلسفہ مذہب

از

جناب میر ولی الدین ایم اے پی ایچ ڈی استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ

"اس مضمون مین جو کچھ آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، وہ مذہب یا دین کا فلسفہ ہے! جو ہمین قرآن مین تفصیلاً ملتا ہے، جسکی مزید تصریح و تفسیر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و عمل سے ہوتی ہی، فلسفہ کے لفظ سے آپ کو یہ گمان نہ ہونا چاہئے، کہ مذہب پر ایک سرد مہر نقاد کی نگاہ سے روشنی ڈالی جارہی ہے، اور تنقید اور عیب بینی اس تحریر کا محرک ہے، ایسا نہین! مذہب کی تعریف کیا ہو سکتی ہے، ؟ اسکی ماہیت کا تعین کس طرح کیا جا سکتا ہے، ؟ مذہب کے اعمال، عبادت و استعانت کس حکمت پر مبنی ہین، ؟ ان کی کیا مصلحتین ہین؟ ان کی نفسیات کو کس طرح ظاہر کیا جا سکتا ہی، اور ان کو زمانہ جدید کے ذہنون کے کس طرح قابلِ قبول بنایا جا سکتا ہی، یہ ہین محرکات میرے اس مختصر مقالہ کے،

مجھے امید ہی کہ اس کے سُن لینے اور سمجھ جانے کے بعد آپ مجھ سے اتفاق کرین گے، کہ مذہب کے معروض یعنی حق تعالیٰ سے ہمارا سابقہ بمدت ہی نہین، بلکہ اس دنیوی زندگی مین ہر لحظہ پڑتا ہی اور ہر دم مین اسکی احتیاج ہوتی ہے، معیتِ حق کے احساس کو بیدار کرنا دنیوی

ین اسکی نصرت و ولایت کا یقین پیدا کرنا، اور اس طرح حقیقی معنی مین آہین مرد مجاہد
ت وبے جگر مجاہد جسکی امید و بیم کا مرکز صرف اللہ ہی کی ذات ہو جو سارے عالم
ر حاکم ہے ۔۔۔۔۔ یہ ہین غایات میرے اس مقالہ کے، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ

ور دل من اصل تمنا ہمہ تو وے در سر من مایۂ سودا ہمہ تو،
ہ روزگار در می نگرم امروز ہمہ توی و فردا ہمہ تو،

(ابو سعید منہ)

تمام حیوانات کی زندگی کا پہلا قانون، جلب منفعت و دفع مضرت ہی تحفظ ذات
ن کے لئے ضروری ہے کہ یہ ان چیزون کی طلب کرے جو اسکی زندگی کے حفظ و
ین، اور ان چیزون سے گریز کرے، جو اس کو عدم کی طرف لیجاتی ہین، یا قوت حیات
تی ہین، اشیاء کی ابتدائی تقسیم اسی نقطۂ نظر سے کیجاتی ہے، اشیاء یا تو نافع ہین یا
ن رسان، اچھی ہین یا بری! عضویت پر جب ان کے اثرات کا ترتب ہوتا ہے،
گی یا اطاعت پیدا ہوتی ہے، یا الم، نفرت، خوف اور توحش، ان مین سے ایک
رب ہین، تو دوسری فطرۃً غیر محبوب و نامرغوب، ایک کے حصول کا وہ کوشان
سے گریزان، کوشان ہو کہ گریزان انسان کی زندگی کا تار و پود ہی جذبات
ن ہوتا ہے، ان کے شر و شور سے اسکو فرصت ملتی ہے اور نہ نجات، یہانتک کہ
تم ہوجاتے ہین اور وہ یہ کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے:

عان را قفسے دیدم و بس مرغش ز ہوا و ہوسے دیدم و بس
ود تماشا بانگاہ عدم چون چشم کشودم نفسے دیدم و بس

(سحابی استرآبادی)

اپنی زندگی کے مختصر قیام مین ہر شخص اشیا کے تغیر و حدوث کا اچھا مشاہدہ کرتا ہے، کائنات مین ایک دائمی تغیر جاری ہے، کوئی شے ساکن نظر نہین آتی، سکون و ثبات فریب نظر معلوم ہوتے ہین، ہر ذرہ کائنات مین ایک تڑپ سی نظر آتی ہے، کاروان وجود کو کہین قیام نہین، شان وجود ہر لحظہ تازہ ہوتی ہے، قہری تجلی ہر شے کو ہر لحظہ فنا کر رہی ہے، اور جمالی تجلی ہر لحظہ وجود بخش رہی ہے،

ہستی کہ عیان نیست و دان در شانے در شان دگر جلوہ کند بر آنے
این نکتہ بجو ز کل یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ گر بایدت از کلام حق برہانے (جامی)

اشیاء کے اس تغیر و تبدل، تکون و حدوث، فنا پذیری و زوال کی جہت جب چشم بصیرت رکھنے والے انسان پر نمایان ہو جاتی ہے تو اپنے اپنے فقر و احتیاج کی وجہ سے ذل و افتقار یا بندگی کی نسبت جو ان سے قائم کر رکھی تھی، وہ یکدم کٹ جاتی ہے، ذوات خلق[1] کا فقر اسکی نظرون مین واضح ہو جاتا ہے، اور اسکو اس ذات کی تلاش ہوتی ہے، جو حدوث و تغیر سے منزہ ہے، جو قائم بالذات و متصور بالذات ہے، جو واجب و قدیم ہے، صفات کمالیہ سے موصوف ہے، فعال ہے، سارے جہان کی مالک و حاکم و مولیٰ و رب ہے!

اب مذہب یا دین کا ماحصل بھی اتنا ہی ہے، کہ ذل و افتقار کی نسبت (جس کو دین کی زبان مین عبادت و استعانت سے تعبیر کیا جاتا ہے) ذوات خلق سے قائم نہ کیجائے، اور احتیاجات اور مرادات مین استعانت ذوات خلق سے نہ کی جائے، بلکہ عبادت و استعانت کا مرکز ذات اللہ رہے، یہی مفہوم ہے اس دعوتی کلمہ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کا کہ اللہ کے سوا کوئی ذات قابل عبادت و مستحق استعانت (الٰہ) نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

[1] معارف: یعنی مخلوقات،

اس پیام کو ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں،
...یاج انسان کی فطرت میں شامل ہے، اسی فقر یا احتیاج کو رفع کرنے کے لئے وہ ہر نفع و
...چیز کو اپنا الٰہ" قرار دیتا ہے، خواہ یہ چیز عناصر سے ہو یا جمادات سے، نباتات سے ہو یا
...ق الفطرت ہو یا فوق البشر، ان سے رفعِ احتیاج کے لئے اعانت طلب کرتا ہے، اور
...ان سے ذل و افتقار کی نسبت قائم کرتا ہے، اپنے جہل اور نادانی کی وجہ سے ان کو مستقل
...ر خیال کرتا ہے، اور یہی خیال اس کو اپنے سے کم تر مخلوق کے آگے سجدہ ریز ہونے پر

...ے اس التباس اور عقل کے اس دھوکے کو دور کرنے کے لئے دینِ حق کا یہ پیام محمد عربی (فداہ
...کو سنایا، کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر، فطرت کا شہ کار ہو کر اپنے سے ادنیٰ اور کمتر
...ل نہیں ہو سکتا، اسکی گردن اگر جھک سکتی ہے، تو اسی ایک ہمہ خیر، ہمہ دان وہمہ بین وہمہ
...جس کے دستِ قدرت میں ساری کائنات کی باگ ہے، جو جملہ صفاتِ کمالیہ سے
...م عیوب سے منزہ اور مبرّا ہے! یہی ہستی ہماری الٰہ ہے، یہی قابلِ عبادت ہے، یہی مستحقِ
...ری خالق ہے، مالک ہے، ہماری رب ہے، مولیٰ ہے، حاکم ہے، اسی کے ہم مخلوق ہیں،
...ب ہیں، عبد ہیں، محکوم ہیں، اسی کی ہم عبادت کرتے ہیں، اور اسی سے تمام حاجات
...ب مانگتے ہیں، یہی ذات غنی ہیں، اور ہم سب اسی کے فقیر ہیں، اس کے فقیر ہو کر
...ے غنی ہیں!

...ق محض ہے، ہماری عزتِ نفس کے عین مطابق ہے، حق و خلق کے رابطہ کا سچا اظہار
...نسان حقیقی معنی میں انسان بنتا ہے، بے خوف، بے جگر مجاہد جس کی امید و بیم کا
...ہوتا ہے، جو سارے عالم کا مالک اور حاکم ہے! اب مجاہد کی زندگی کی ہر جنبش

اسی مالک و حاکم کے حکم کے تحت ہو جاتی ہے، اور اس کے احکام کی تعمیل میں امر کے امتثال میں وہ ایک جان دیتا ہے، تو ہزار جان پاتا ہے، اس کا ضعف قوت سے اسکی ذلت عزت سے، اس کا فقر غنا سے بدل جاتا ہے، موجوداتِ عالم میں سے وہ کسی سے نہیں ڈرتا، فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[1] کا حکم اس کو سارے عالم سے بے خوف کر دیتا ہے، نہ وہ کسی سے امید و رجا رکھتا ہے، اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ[2] اس کو ساری کائنات سے غنی کر دیتا ہے، ذواتِ خلق سے امید و بیم کی نسبت کٹتے ہی وہ نفسِ مطمئنہ حاصل کر لیتا ہے، اور اپنے رب سے راضی ہو جاتا ہے، اللہ کو راضی رکھ کر غیر اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے، اب وہ غنی عن الشی ہے، کونسی چیز اللہ سے برتر ہو سکتی ہے، جس کے حصول کی وہ خواہش کرے، اب سب کچھ اسے حاصل ہے، اسی لئے فرمایا گیا ہے، لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ[3] علوئے تمکین اسی کو حاصل ہے، وہی مخاطب ہے، اس قول کا: اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ[4]!

دیکھو "الٰہ" کے فہم نے اس کو کیا سے کیا کر دیا، یا تو وہ ایک حقیر اور ذلیل جانور کی طرح ہر ایک سے ڈرتا اور لرزتا تھا، ہر ایک کو نافع اور ضار قرار دیتا تھا، سرِ عبودیت خم کرتا تھا، مدد و اعانت کا خواہاں تھا، ان ہی کی عبادت و عبودیت میں زندگی گزار رہا تھا، مشوش، پریشان، حیران، خود ضعیف اور مطلوب بھی ضعیف، "ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ" یا اب علم رسالت کے جاننے اور ماننے کے ساتھ ہی لا کی شمشیر ہاتھ میں لے کر وہ آگے بڑھتا ہے، اور اپنے جاہل ساتھیوں سے قرآن کے الفاظ میں پوچھتا ہے،

---

[1] اگر تم مومن ہو تو اُن سے خوف نہ کرو مجھ سے خوف کرو۔ [2] کیا اللہ بندہ کے لئے کافی نہیں؟
[3] تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ نہ آیا، اور نہ شیخی کرو، اس پر جو تم کو اس نے دیا،
[4] تم ہی بلند ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے،

انغیر اللہ تامرونی اعبد ایھا الجاھلون ؟[۱]

بگزر زخدائے کہ بصد رنگ تراشی
ندگہ از چوب گہ از سنگ تراشی

ند کی عبادت وعبودیت کا جوادہ گردن سے نکال کر پھینک دیتا ہے، عمر مین پہلی مرتبہ
ں کرتا ہے، خوف کا بھاری پتھر اس کے سینہ سے اٹھ جاتا ہے، اپنے حقیقی مولیٰ کے آگے
ے، اور ان کو رحیم پاتا ہے، کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا کی بشارت اس کو ہر طرح مطمئن کر دیتی
ں کو یقین ہو جاتا ہے، کہ حق تعالیٰ اس کے ساتھ ایمان کے بعد شانِ رحمت ہی سے پیش
کے علاوہ رحیم ہونے کے حاکم وحکیم ہونا، اس کے دل کو اور قوی کر دیتا ہے، وہ انھین
ں متصرف سمجھتا ہے، اور ان کے ہر فعل کو سراسر حکمت سے مملو دیکھتا ہے، ان ہی کے حکم
کو اپنے کامون مین وکیل بناتا ہے فاتخذہ وکیلا ان کا فرمان ہے، کفیٰ باللہ
ہ آزادی واطمینان کے ساتھ مصروفِ عمل ہو جاتا ہے، اب کہان یہ اور کہان وہ جاہل
ل وافتقار کی نسبت جوڑ رہا ہے، سچ ہے،

ستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور، ولا الظل ولا الحرور
لاحیاء ولا الاموات[۲] (الفاطر، ۱۵)

اجمال: عبادت واستعانت، اس کا ماحصل، تحفظ توحید، اب اس اجمال کی کسی قدر
ی ہے،

ت غایتِ تذلل کا نام ہے، جس کا اظہار معبودِ حقیقی کے آگے کیا جاتا ہے، اس کے معروف
ہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ہیں، نماز کے تمام اعمال وارکان پر غور کرو، عبادت یا اظہارِ ذلت

[۱] تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا امر کرتے ہو [۲] برابر نہیں اندھا اور دیکھتا اور نہ اندھیرا اور نہ جا
ل، اور برابر نہیں جیتے اور نہ مردے،

Accession No. 20000
Class No. معارف
Book No. 40

کا مفہوم بخوبی تمھارے دل نشین ہوگا، عابد نماز کا قصد کر رہا ہے، مصلّے کی طرف بڑھ رہا ہے، زبان پر
انی ذاھب الی ربی سیھدین[۱] دل غیر حق سے پاک ہے، حق تعالیٰ کے سوا کسی کو بزرگی کا مستحق
نہیں سمجھتا، اور اسی فہم کے ساتھ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتا ہے اور جب حق تعالیٰ کے روبرو ہو کر کہتا ہے
انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین، دل
پوری طرح متوجہ بحق ہے، ورنہ جانتا ہے، کہ جھوٹ کی سزا کیا ہے، یخادعون اللہ وھو
خادعھم[۲] اب نیت مین بھی خلوص ہے، حق تعالیٰ ہی کے لئے نماز پڑھ رہا ہے، عاشقانہ ایمان
کے پیدا ہونے کے لئے پڑھ رہا ہے، عادت کے تحت نہین، ان ہی کے حول وقوت سے پڑھ رہا ہے،
ثنا مین حق تعالیٰ کی عظمت وجلالت وجبروت کا اظہار کر رہا ہے، اور توحید کا اقرار لا الٰہ غیرک
سے ہو رہا ہے، اب حضوری مین دست بستہ نظر نیچی کئے ذلت ومسکنت کی تصویر بنا کھڑا ہے، زبان
پر جاری ہے الحمد للہ، اور دل مین سمجھ رہا ہے، کہ عالم مین کوئی ذات مستحقِ حمد نہین، سارے محامد
ومحاسن کی وہی ایک ذات لاشریک لہ سزاوار ہے، جب رب العالمین کہتا ہے تو جانتا ہے، کہ
لا رب سواہ، ربوبیت اسی کو زیبا ہے، عالم تمام اس کا مربوب ہے، الرحمٰن الرحیم کہتے
وقت عالمِ رجا مین داخل ہوتا ہے، رحمت وکرم کی امید دل مین پیدا ہوتی ہے، جانتا ہے کہ رحمانیت
کا تعلق تو ساری کائنات سے ہے، رحیمیت خصوصی شے ہے، اور مومنین سے مختص کان بالمومنین
رحیما، مالک یوم الدین کہتے وقت عالمِ خوف کا مشاہدہ کرتا ہے، روز قیامت حق ہے، اور
یہ وہ دن ہے، کہ اسکی شان مین فرمایا گیا، یوم لا تملک نفس لنفس شیئا[۳]، اس امید وبیم
کی حالت مین عرض کرتا ہے کہ ایاک نعبد حق تعالیٰ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہین، ذل وافتقار

[۱] مین اپنے رب کی طرف چلا ہون وہ میری ہدایت کرے گا [۲] دغابازی کرتے ہین اللہ سے اور وہی
ان کو دغا دیگا [۳] جس دن نہ کر سکے کوئی نفس کسی نفس کا کچھ،

سے جوڑتے ہیں وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، آپ ہی سے استعانت کرتے ہیں، جانتے ہیں کہ
ود کا اللہ، ھُوَ اللہ سو بالکلیہ اعراض کرکے آپ ہی کی طرف بالکلیہ رجوع ہوتے
استعانت کی جہت سے غیر کو کیوں پکاریں جب کہ ہمیں یہ سنا دیا گیا ہو اور ہم نے
ثیق کرلی ہو کہ آپ کے سوا کسی میں حول و قوت نہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ
سکتے ہیں، نہ فرد، اس مدح وثنا و اقرار عبودیت کے بعد التماس و دعا اِھْدِنَا
رحق تعالیٰ راہ مستقیم کی ہدایت فرمائے نفس وہویٰ سے چھوٹیں، آپ کا قرب
اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اہلِ انعام
ب ہو، جو انبیا و اولیا، کی راہ ہے، یہی اہلِ انعام ہیں، وَالَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ مِنَ
یقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ، مغضوبین وضالین کی راہ نہیں جنھوں نے غیر اللہ
انت کا رشتہ قائم کرکے ہمیشہ کے خسارہ میں اپنے کو مبتلا کرلیا، اُولٰئِکَ ھُوَ
ن خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ!
، التماس و دعا کے ساتھ وہ کلام ربانی کی چند اور آیتیں احکام خداوندی کے معلوم
کو اپنے ذہن میں جمانے، ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں کمانے اور حق تعالیٰ
ہلے پڑھتا ہو اور پھر فوراً پیشی میں جھک جاتا ہے، گویا اپنے رحمان ورحیم آقا کے
دے دیتا ہے، اس طرح اپنی ذلت کا مزید اظہار کرتا ہے، اسی حالت میں اسکی
لیٰ کی تقدیس وتنزیہ وتحمید جاری ہوتی ہے، اپنی بے مائگی فقر و ذلت کا احساس
پر موجود ہوتا ہے، جب سر اٹھاتا ہے، تو حق تعالیٰ اسی کی زبان سے فرماتے ہیں
اس طرح اس کا مرتبہ بلند کرتے ہیں، جو سر معبود حقیقی کے آگے جھکتا ہے، وہ مخلوق کے
تا، وہ سب سے بلند ہوتا ہے، ممتاز ہوتا ہے، بے نیاز ہوتا ہے، وہ ایک لاقیمت جوہر ہوتا ہے

سچ ہے،

مَنْ رَکَنَ اِلَی الْمَوْلٰی وَمَالَ اِلَیْہِ اَحْرَقَہُ اللہُ بِنُوْرِہٖ حَتّٰی یَصِیْرَ جَوْھَرًا لَا قِیْمَۃَ لَہٗ [1] (حدیث)

اس سرافرازی کے تشکر یہ میں وہ حق تعالیٰ کی حمد کرتا ہے، اور پیروں پر گر جاتا ہے، پیر پکڑ لیتا ہے، اور اس طرح غایت تذلل کا اظہار کرتا ہے، زبان پر آقا کی عظمت و رفعت و علو کا اقرار جاری ہوتا ہے، اس اظہار تذلل میں وہ اپنی آنکھ کی ٹھنڈک پاتا ہے، وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [2] یہ آنکھ کی ٹھنڈک اسکو اپنے محبوب مولیٰ کے مشاہدہ سے ہو رہی ہے، یہی اس کا کمال ہے، یہی اسکی معراج ہے، اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ،

معبود کا نہ صرف غیر محض ہونا ضروری ہے، بلکہ اس کا ہمہ توان یا قادر مطلق ہونا بھی لازمی ہے، یہ اپنی لامحدود قوت اور لامتناہی طاقت کی وجہ سے ہماری حفاظت کرتا ہے، ہماری حاجتوں کو پورا کرتا ہے، مرادوں کو برلاتا ہے، اس کے اعتصام کے بعد ہمیں اسکی نصرت و اعانت کا قطعی یقین ہوجاتا ہے، شر کے مسئلہ کی توجیہ سے عاجز ہوکر نتائجیہ [3] (Pragmatists) نے خدا کے ہمہ توان ہونے کا انکار کردیا، لیکن جو خدا قادر مطلق نہ ہو، وہ معبود حقیقی کب قرار دیا جاسکتا ہے، جو خود شر پر غالب نہ ہو ہماری مدد کیسے کرسکتا ہے، ہمارا مولیٰ اور نصیر کیسے ہوسکتا ہے، شر کی توجیہ کا یہ موقع نہیں لیکن ہم اپنے معبود کو فعالِ مطلق، ہمہ توان مانتے ہیں، افعال و آثار کا مرجع اسی کو قرار دیتے ہیں، حول و قوۃ کا اسی کو مبدء سمجھتے ہیں، اسی لئے اس سے استعانت چاہتے ہیں، اور اس کے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

---

[1] جو اپنے مولیٰ طرف جھکتا ہے، اور اسکی طرف مائل ہوتا ہے، تو وہ اس کو اپنے نور سے جلا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ لاقیمت جوہر ہو جاتا ہے [2] میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے (نسائی باب عشرۃ النساء)

[3] زمانہ جدید کے فلسفیوں کا ایک گروہ جن میں ولیم جیمس، ایم جی دلس، برنارڈشا وغیرہ داخل ہیں

کھتے ہین، اعتصموا باللہ ھو مولٰکم نعم المولٰی ونعم النصیر۔ جب قوت صرف
لا قوۃ الا باللہ حرکت کا بھی وہی مبدء ہے، لا حول (بمعنی حرکت) ولا قوۃ الا باللہ تو فعل
ہی کا نتیجہ ہے، صرف حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہوتا ہے اور ذوات خلق سے اسکی بالکلیہ
اس حقیقت کے سمجھتے ہی اس کی بصر و بصیرت سے غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے، اور
ۃ الا باذن اللہ کے معنی سمجھ جاتا ہے، غیر اللہ سے استعانت کی نسبت کاٹ کرا سیلی

داق بنجاتا ہے!

ے استعانت کے طریقے کیا ہین، ؟ بصیرت محمدیہ نے جن طریقون کی تعلیم فرمائی ہے،

ین:

ن اور مرادون مین حق تعالیٰ سے دعا کرو، دعا کا حکم ہے، اور اجابت کا وعدہ،
لکم، حق تعالیٰ جود محض ہین، عطا محض ہین، ان مین بخل کا شائبہ نہین، مایوسی و محرومی
ں تشفی کے لئے فرمارہے ہین، لا تایئسوا من روح اللہ، وہ حکیم بھی ہین، ان کا ہر فعل
ہمارے خیر کو ہم سے بہتر جانتے ہین، اگر وہ ہماری کسی دعا کو قبول نہیں فرماتے
رمانے ہی مین ہمارا فائدہ ہے، اسی لئے کہا گیا ہے، منعہ عطاءٌ مرد کامل
لی منع کو عطا جانے کسی عاشق نے اسی جذبہ کے تحت کہا ہے،

ے دوست نامرادی ما ست — مراد خویش دگربار من نخواہم خواست

اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے، لا ابالی علیٰ ای حال اصبح علیٰ ما اکرہ او علیٰ
دری الخیر۔ یہاں حق تعالیٰ خود ہین تعلیم فرمارہے ہین، اور ایک نہایت دقیق نکتہ

مقام چاہئے، وہی تمھارا اچھا مولیٰ ہے، اور اچھا مددگار ہے۔ کوئی ذرہ بغیر اللہ کے حکم کے
کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ مجھے اس امر کی پرواہ نہیں کہ مین کس حال مین صبح کرونگا ایسی

کی تعلیم فرمارہے ہین،

عَسیٰ اَنْ تکرھُوا شَیْئًا وَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وعسیٰ اَنْ تحبّوا شَیْئًا وَھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ واللّٰہ یَعلمُ وَاَنْتُمْ لا تعلمُوْنَ (البقرہ - ۱)

اسی نکتہ کو سمجھ کر عارف کہنے لگتا ہے "ہمہ آن باد کہ او خواہد آن مباد کہ ما خواہیم" اور خواجہ شبلی نے عارف کی تعریف ہی اس طرح کردی کہ "عارف اوست کہ منع نزد او دوست تر از عطا باشد" یہین سے رضا کا مقام شروع ہوجاتا ہے، جو استعانت کا بلند ترین طریقہ ہے،

بہرحال اگر حق سبحانہ تعالیٰ کسی حکمت ومصلحت سے بندۂ مومن کی دعا قبول نہین فرماتے تو اس کے قلب کی حفاظت فرمادیتے ہین، مطلوب کی جانب سے خیال پلٹ دیتے ہین، حکایت شکایت، جزع فزع کی طرف مائل نہیں کرتے، رضا کے مقام مین پہونچا دیتے ہین، اور وہ "لِکُلِّ اجل کتاب" کہہ کر حق تعالیٰ سے راضی ہوجاتا ہے، اجابت دعا کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ مطلوب تو حاصل نہیں ہوتا، لیکن حق تعالیٰ اسکی دعا کو رد نہیں فرماتے، بلکہ اسکی کسی بلا کو دور کردیتے ہین، گو اس کو بدل کا علم نہیں ہوتا، ایک آخری صورت یہ بھی ہے کہ مدعا اگر وہ دنیا مین نہیں پاتا، تو آخرت کے لئے یہ ذخیرہ کیا جاتا ہے،

انّ العبدَ یریٰ فی صحائفہ یومَ	قیامت کے دن بندہ اپنے اعمال نامے پروہ
القیامۃ حسنات لا یعرفھا فیقال	نیکیان دیکھیگا جن کو وہ نہین پہچانے گا اس سے
انّھا بدل سوالک فی الدّنیا لم	کہا جائیگا کہ یہ اس سوال کا بدل ہین جو تو نے دنیا
یقدر قضاءہٗ فیھا" (حدیث)	مین کیا تھا لیکن تیرے مقدر مین دنیا مین ۴

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴) حالتین جسکو مین پسند نہین کرتا یا ایسی حالت میں جس کو مین پسند کرتا ہون کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میرے لئے بھلائی کس حالت مین ہے ۵ شاید کہ بری لگے تم کو ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمھارے حق مین، اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمھارے حق مین اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے،

ت اجابت دعا کا وعدہ سچا ہے، لیکن یہ وعدہ مطلق ہے، مقید نہین کہ اسی وقت اور
ورا کر دیا جائے، جس وقت اور جس صورت مین کہ بندے نے دعا مانگی ہے، فافہم
کو سمجھ جائین تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا، کہ کیون رسول عربی صؐ نے اس دعا کی تعلیم

نی کل همٍ من حیث شئت وکیف شئت وانی شئت ومن این شئت"

کا دوسرا طریقہ اپنے کامون مین حق تعالیٰ پر توکل کرنا ہے، اگر ہمین اس بات کا یقین ہو،
تق ہو محض تعقل نہین، یا جدید نفسیاتی اصطلاح مین یون کہو کہ اگر یہ بات ہمارے
ں مین اتر گئی ہو، کہ فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہین، کرنے والے خود بدولت ہین، افعال و
ں، حول و قوۃ کا مبدء خود ہین، اور پھر اس کا بھی تیقن ہو کہ ایمان کے بعد وہ رحیم بھی
ن رحیما" ولی ہین، "واللہ ولی المؤمنین"، تو ہم اپنے تمام امور ان کے تفویض کرنے
ہ، ہو جائین گے، اور اس تفویض کے ساتھ ہی فکر سے آزاد ہو جائین گے، طمانیت
ے قلوب بھر جائین گے، اور کسی مست محبت کے الفاظ مین کہہ اٹھین گے،

لی المحبوب امری کلہ فان شاء احیانی وان شاء اتلفا[1]

ول و قوۃ سے بری ہونا ہے، اعتصام باللہ ہے، ذوالنون رحنے توکل کی تعریف
التوکل ترک تدبیر النفس والانخلاع من الحول والقوۃ[2]" اور سری سقطی رح
اتفاق کیا ہے، التوکل الانخلاع عن الحول والقوۃ، ان تعریفون کا ماخذ،
ول ولا قوۃ الا باللہ اور قول عزوجل لا قوۃ الا باللہ توکل قلبی عمل ہے،

نے محبوب کے حوالہ کیا، خواہ اب وہ مجھے زندہ رکھے یا مار ڈالے [2] توکل اپنے نفس کی تدبیر کو
رت سے نکل آنا ہے،

یعنی قلب میں یقین جاگزین ہو کہ مجھ مین اور کسی شے مین نہ اثر ہے، نہ قوت ہے، نہ حرکت ہے، مجھ مین اور ہر شے مین اثر و قوت و حرکت حق تعالیٰ ہی پیدا کرتے ہین، وہ جس طرح میرے خالق ہین، میرے افعال کے بھی خالق ہین، "خلقکم وما تعملون" میرے اقتضاء فطرت عین کے مطابق افعال کی تخلیق فرما رہے ہین، میرا اقتضا میرا اختیار ہے، لیکن فعل کی تخلیق حق تعالیٰ کی جانب سے ہو رہی ہے، اسلئے اسباب قطعیہ کے استعمال و اختیار کا مجھے حکم ہے، حکم کے تحت مین ان کو استعمال کر رہا ہون، جانتا ہون کہ اگر مجھے اولاد کی خواہش ہو، تو جماع کو ترک نہین کر سکتا، بھوک کی تشفی کے لئے نوالہ کا اٹھانا اور اس کا چبانا اور حلق سے نیچے اتارنا قطعی ضروری ہے، توکل یہاں ترک عمل و تعطل کا نام نہین، علم و حالت کا نام ہے قلبی کیفیت کا نام ہے، اس یقین کا نام ہے، کہ ہاتھ مین قدرت، حرکت، فعل سب حق تعالیٰ ہی کے حکم سے پیدا ہوئے ہین، ان کی مشیت اور ارادے سے پیدا ہوئے ہین، وہ چاہین تو نوالہ منہ تک نہ پہونچے، ہاتھ شل ہو جائے، کھانا بھی چھن جائے، نظر ان کے فعل پر ہے فضل پر ہے، اپنے زور بازو پر نہین، کسب پر نہیں، دست بکار دل بیار! توکل ترک اسباب نہین، ترک رویت اسباب ہے،[1]

مبادیات کو سمجھ جانے کے بعد رزق کے مسئلہ پر ذرا غور کرو، رزق کا ذمہ حق تعالیٰ نے لیا ہے، "وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا[2]" صرف ذمہ داری پر اکتفا نہین کیا قسم بھی کھائی ہے، صرف قسم پر اکتفا نہین کیا، مثال بھی بیان کی ہے، "وفی السماء رزقکم وما توعدون، فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون[3]!" (پارہ ۲۶، رکوع ۱۷) حق تعالیٰ ان لوگوں کو بھی رزق دیتے ہین، جو غفلت و معصیت مین مبتلا ہین، فسق و فجور مین چور ہین، پھر جو ان کی اطاعت و رعایت

---

[1] حضرت شاہ میر قبلہ رح [2] اور زمین پر کوئی ایسا چوپایہ نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ پر نہین [3] اور آسمان مین ہے روزی تمھاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا، سو قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ بات تحقیقی ہے جیسے کہ تم بولتے ہو،

لیے محروم ہو سکتے ہیں، ! دیکھو جو درخت بوتا ہے، وہی سینچتا بھی ہے، ! خلقت کو وہی
ن کا خالق ہے، مخلوق کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ ان کا خالق ان کو کافی ہے الیس اللہ
یا دان سے ہے، دوام امداد بھی ان ہی سے ہے، تخلیق ان سے ہوئی، رزق کا دینا
ہے، ! اسکی مثال انسان اپنے نفس میں پاتا ہے، یہ جب کسی کو گھر پہ دعوت دیتا
غذا کا بھی انتظام کرتا ہے، حق تعالیٰ نے جب ہمیں اپنی مشیت وارادے سے
ق کی ذمہ داری بھی انہی پر ہے، ! انہی کے خوانِ کرم سے ہمیں برگ ونوا حاصل
ے مولیٰ ہیں، آقا ہیں، ہم ان کے عبد ہیں، غلام ہیں، اب آقا پر غلام کا نفقہ
رح کہ غلام پر آقا کی اطاعت واجب ہے، اگر ہم ان کے ہو رہیں، انکے سوا نہ
ں، نہ کسی سے حاجت ومراد برآری چاہیں، تو کیا یہ ممکن ہے وہ اپنا حق ادا نہ کریں؟ [۱]

ہیں دے رہے ہیں، :

نہ یجعل لہٗ مخرجًا و — جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے
حیث لا یحتسب و — راستہ نکالتے ہیں اور ایسی جگہ سے رزق فراہم
کل علی اللہ فھو — کرتے ہیں جہاں کسی کا سان گمان بھی نہیں ہوتا،
جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اسکے لئے کافی ہے،

قطعی، صرف ہمیں اپنا حق عبادت وعبودیت ادا کرنا ہے، پھر نا ممکن ہے کہ وہ
اور پھر ہمیں اپنے احسانات سے محروم رکھیں، وجود بخشی کریں اور پھر مدد نہ کریں،
کرم سے محروم رکھیں، اپنا حق (عبادت) ہم سے طلب کریں، اور ہمارا حق
وہ کریم ہیں ان سے معاملہ کرکے ان کی خدمت ادا کرکے کون خسارہ میں رہتا، [۲]

سکند، ی ہی کی ہیں [۳] " "

مَنْ ذالذی سالک فحرمتہٗ او الجا الیک فاھملتہ او تقرب الیک فابعدتہ
اوھرب الیک فطردتہ [۱] ؟ ! (ازاسبوع حضرت غوث اعظمؒ)

اسی خیال کے تحت کسی عاشق نے کہا ہے، گمان تو انیست کہ از رزق چارہ نیست اما رزق
را ز تو چارہ نیست ؎

بدنبال روزی چہ باید دوید،
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید،

ایک دوسرے عاشق نے اسی خیال کو یوں ادا کیا ہے :

ہیں توکل کن ملرزاں پا و دست — رزقِ تو بر تو ز تو عاشق تر است!

بہرحال اتباعِ نبوت اسی میں ہے کہ رزق کی طلب میں کوشش کریں لیکن اجملوا فی الطلب [۲] کو
پیش نظر رکھیں اور یاد رکھیں کہ ہماری طلب رزق کے حصول کا مستقل سبب یا قطعی علت نہیں، شاہ
عبدالحق محدث دہلوی رح شارح فتوح الغیب نے مسئلہ کو اجمالاً خوب ادا کیا ہے "بعد از طلب می یابی اما
نہ بطلب می یابی" یہی مفہوم اس شعر میں ادا ہوا ہے :

بجستجوے نیابد کسے مراد دلی — کسے مراد بیابد کہ جستجو دارد،

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جستجو کو مرادیابی کی مستقل علت قرار نہ دینی چاہیئے، کیونکہ معاملہ فضل
پر منحصر ہے، ہاں جستجو ضرور کیجائے، عادت الٰہی یہی ہے، کہ حرکت میں برکت دیتے ہیں،

استعانت کا تیسرا طریقہ مصیبتوں میں صبر کرنا ہے،

---

[۱] وہ کون ہے جس نے تجھ سے سوال کیا، اور تو نے اس کو محروم رکھا، یا تجھ سے ملتجی ہوا، اور تو نے اس کو بے کار چھوڑا، یا تجھ سے ملاپ چاہا اور تو نے اس کو دور کر دیا، یا تیری طرف دوڑ کر آیا اور تو نے اس کو دھتکار دیا [۲] یعنی دنیا کمانے میں دل توڑ کر کوشش نہ کرو،

... دکان[1] جس میں شیطان کی دکان[1] جس میں
... دارالحزن ہے، دارالمحن ہے، سجن (قید خانہ) غم کی وادی ہے، شیطان کی
... دکے کچھ نہیں،

أيا للدنيا وايامها — فانها للحزن مخلوقة[2]
همومها لا تنقضي ساعة — عن ملك فيها ا دسوقة

... یش ہو کہ شاہ، امیر ہو کہ گدا سب غم وہم میں مبتلا ہیں، ہدف بلا ہیں، لقد خلقنا الانسان
... حق تعالیٰ ہی ہماری غم سے آزمائش کرتے ہیں، مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں، رلاتے اور ہنساتے
... ضحک وابکی مارتے اور جلاتے ہیں، وانه هو امات واحیی، اور غنی کرتے اور فقیر کرتے ہیں
... واقنی، اسلئے حق تعالیٰ ہی ہمیں مصائب سے بچنے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں، اور وہ طریقہ صبر ہے

... دہے:

... یا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون"

... والو موجودہ مصائب پر صبر کرو، دوسروں کے ساتھ صبر واستقلال سے کام لو (صابروا)
... ن میں ثابت قدم رہو جس کا وقت ابھی نہیں آیا (رابطوا) اور اللہ سے ڈرو اسی میں تمہاری
... ی ہے، یہی نجاح کا راستہ ہے' صرف صبر اور حق تعالیٰ ہی کے حکم پر واصبر لحکم
... تعالیٰ ہی کے لئے وما صبرك الا باللہ ہاں صرف صبر کرنے ہی سے مصائب کی برداشت
... ہے، غم کے بادل چھٹ جاتے ہیں، فکر کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، اسباب کی راہ سے اگر

... معاذ [1] دنیا اور ایام دنیا پر افسوس ہے، کہ وہ حزن وغم کے لئے بنائی گئی ہے، اسکے غم ایک
... تم نہیں ہوتے، خواہ بادشاہ کے لئے ہوں یا بازاری آدمی کے لئے [3] ہم نے انسان کو سختی میں پیدا
... باط کے معنی اعداء کے مقابلہ میں گھوڑے باندھنے کے ہیں، یعنی مورچہ بندی اور ظاہر ہے کہ مورچہ
... م کے لئے ہوتی ہے" (مولانا اشرف علی تھانوی)

انسان مصائب کو دور کرنا چاہے، غم سے گلو خلاصی حاصل کرنا چاہے، اور راحت کی امید باندھے، تو سوائے حسرت ویاس کے کچھ نہیں ملتا، مولانائے روم نے اسی چیز کو کس خوبی سے ادا فرمایا ہے

گر گریزی با امید راحتے، — ہم ازانجا پیشت آید آفتے
ہیچ کنجے بے دد وبے دام نیست — جز بخلوت گاہ حق آرام نیست!

حق تعالیٰ سے اگر محبت ہو، اور مصیبت کو ان ہی کی طرف سے دیکھے، تو مصائب کا آسان ہونا ضروری ہے، اسکی مثال یوں سمجھو کہ تم ایک تاریک کمرے میں ہو، کوئی چیز تمہیں آلگی، اور تم تڑپ اٹھے، تمہیں معلوم نہیں کہ مارنے والا کون ہے، جب تم نے چراغ منگوایا اور دیکھا کہ یہ تو تمہارا شیخ ہے، یا باپ ہے، یا کوئی ایسی عزیز، محبوب ہستی ہے، جس سے تم کسی صورت میں آزار کی توقع نہیں کرسکتے تو تمہارا یہ جاننا بیشک تمہاری تسلی اور صبر کا باعث ہوگا، کیونکہ تم اس تکلیف میں بھی دقائق لطف کا معائنہ کروگے،[1] اسی طرح ولربك فاصبر میں حق تعالیٰ اپنے بندۂ خاص سے بطریق منت فرمارہے ہیں، کہ اپنے پروردگار کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کے حکم وبلا پر صبر کر، کیونکہ ایمان کی حلاوت اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتی، جب تک کہ تیر بلا کا ہدف نہ بنے، ع

من ساختہ جاں را ہدف تیر بلایت!

اگر تم کو حق تعالیٰ کے بیحد مہربان، رحیم اور ودود ہونے کا یقین ہو جائے، انَّ اللہ بکم لرؤف رحیم پر ایمان ہو، کانَ اللہ غفوراً رحیماً پر اذعان ہو، اور واللہ ذو الفضل العظیم پر ایقان قائم ہو جائے، تو پھر تم اپنے دکھ درد کو پوشیدہ رحمت سمجھوگے، مثالوں سے اس نکتہ کو سمجھو، مشفق باپ اپنے بچے کو پچھنے لگاتا ہے، لیکن دکھ پہنچانا مقصود نہیں ہوتا، فاسد خون جو اس کے بدن میں زہر ہے، آسان طریقہ سے نکال رہا ہے، ماں اپنے چھوٹے بچے کو غلیظ دیکھنا نہیں چاہتی، صابون اور گرم پانی سے

---

[1] یہ مثال ابو العطار اسکندری نے دی ہے، تعبیر پیر یہاں استعمال کی گئی،

...سم کو رگڑتی اور مالش کرتی ہے، بچہ چیختا چلاتا ہے، دکھ محسوس کرتا ہے، لیکن ماں کا مقصد
...تا، تمھارا خیر خواہ طبیب تمھیں ایارج دیتا ہے، اور تم اسے ناپسند کرتے ہو، لیکن اگر وہ
...تباع کرے تو شفا تم سے کوسوں بھاگے،! اگر تم کو کوئی ایسی چیز نہ دیجائے جس پر
... اور تمھیں یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے، کہ یہ نہ دینا عین شفقت و مہربانی کے باعث
...نہ دینا ہی میرے حق میں دینا ہے،! شیخ ابو الحسن شاذلی نے کیا خوب فرمایا ہے،
... تم کو کوئی چیز نہیں عطا فرماتے، تو ان کا یہ نہ دینا بخل کی وجہ سے نہیں، بلکہ عین
...دینا ہی دینا ہے، لیکن نہ دینے میں دینا وہی سمجھتا ہے، جو صدیق ہے، عَسٰی اَنْ
...نَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا[1] میں اسی راز کی طرف اشارہ ہے، اسی لئے رسول اللہ
...ند پر بھی اسی طرح شکر فرماتے، جس طرح کہ نعمتوں پر، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا يَسَاءُ وَيَسُرُّ"[2]
...کی ضرورت ہے، اور شدتِ حب کی، ہر مصیبت کے وقت حق تعالیٰ کی جو تجلی ہوتی
...ین ایسی حلاوت نصیب ہوتی ہے کہ وہ سختیِ غم کو آسانی سے جھیل لیتا ہے، اور اکثر
...سکو دکھ بھی نہیں محسوس ہوتا، یہ بات اگر تمھاری سمجھ میں نہ آرہی ہو تو زلیخا پر طعنہ کرنیوالی
...ں پر غور کرو، یوسفؑ کے ہوش ربا جمال سے وارفتہ ہو کر انھوں نے اپنا ہاتھ کاٹ
...ی، کہ درد کیا چیز ہے، فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ[3]، زبانِ حال سے

...ن خوردہ و دل بزہ بیئے | بسم اللہ اگر تاب نظر است کسے را!

...ین عرفی کے اس قول کے کہ "انس قرب سے ادراکِ الم مفقود ہو جاتا ہے،"

...اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو۔ [2] شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اس چیز پر جو بری معلوم ہو
[3] پھر جب دیکھا اسکو ششدر رہ گئیں، اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ،

ایمان اور محبت میں پختہ ہونیکے بعد تم کو بیماریوں، بلاؤں، فاقوں میں وہ اسرار لطف و رحمت نظر آنے لگیں گے، کہ تم کہہ اٹھو گے کہ رسول اللہ نے سچ فرمایا، حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ[1] بلاؤں اور مصیبتوں سے نفس دب جاتا ہے، ذلیل و خوار ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، ان سے ربط قائم کر لیتا ہے، اور سبھوں سے ٹوٹ جاتا ہے، خلق سے فانی ہو جاتا ہے، غم سے زیادہ مؤثر سیرت سازی کے لئے کوئی اور شے نہیں، غم ہی کے ذریعہ نفس کی خامیاں دور ہوتی ہیں، قلب کا تزکیہ ہو جاتا ہے، روح کا تجلیہ ہو جاتا ہے، بلا و غم کی وجہ سے اگر تم نے اپنے امراض قلبی کا معالجہ کر لیا، نفس کی تطہیر میں کامیابی حاصل کر لی، ایمان اور عمل صالح سے مزین ہو گئے، ربط حق قائم کر لیا، استقامت پیدا کر لی، تو یاد رکھو کہ غم نے تمھیں "فوز عظیم" کے حاصل کرنے میں مدد دی، اور ایسے غم پہ ہزاروں خوشیاں قربان ہیں، وہ خوشیاں جن کی وجہ سے تم شہوتوں میں گرفتار تھے، ہوا و ہوس کے شکار تھے، ظلمتوں میں گھرے ہوئے تھے، اور نور سے دور تھے، حق تعالیٰ سے تمھارا کوئی ربط نہ تھا، شیطان تمھارا قرین تھا، تم پر مسلط تھا، اور اس وعید کے تم مصداق تھے،:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ[2]

بلا کے اسی فلسفہ سے واقف ہو کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا، کہ افضل عیش "بہترین زندگی" ہم نے صبر میں پائی، حضرت ابو بکر صدیقؓ بیمار ہوئے، لوگوں نے عیادت کی، اور کہا کہ ہم طبیب کو بلائیں،؟ فرمایا طبیب نے مجھے دیکھ لیا، کہا کہ پھر کیا کہا؟ فرمایا کہ یہ کہا ہے کہ اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ[3] معروف کرخیؒ فرمایا کرتے تھے،: لیس بصادق فی دعواہ من لم یتلذذ بضرب مولاہ، جو اپنے مولا کی ضرب سے متلذذ نہیں ہوتا، وہ سچا غلام نہیں اپنے دعوای عبودیت میں صادق نہیں، بعض عارفین

---

[1] جنت تو ان باتوں سے گھری ہوئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں، اور دوزخ شہوتوں و خواہشوں سے گھری ہوئی ہے۔
[2] اور جو کوئی آنکھ چرائے رحمٰن کی یاد سے، ہم اس پر مقرر کر دیں ایک شیطان پھر وہی رہے اس کا ساتھی۔
[3] وہی کرتا ہوں جو میں چاہوں،

...ی یہ لکھا رہتا تھا، واصبر لحکم ربک فانک باعیننا[۱] مصیبت کے وقت اس پر نظر ڈالتے
...ال سے کہ حق تعالیٰ ہماری اس مصیبت کو جانتے ہیں، دیکھ رہے ہیں، جھومتے رقص کرتے،!
...نے اس آیت پر وجد فرمایا تھا، اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رض آپ کے پاؤں پر گر گئی تھیں
...کے بعض بزرگ تعزیت مصاب یوں کیا کرتے تھے، اصبر لحکم ربک اسکے سا...
...صلعم کا سنا دینا بھی مومن کی خاص تسلی کا باعث ہوگا،

...ب اللہ عبداً ابتلاہ		جب اللہ بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسکو
...صبر اجتباہ وان رضی	۔	مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اگر وہ صبر کرے
...طفاہ"		تو اپنا پسندیدہ اور راضی رہے تو برگزیدہ[۲]

...ب کلی نفسیاتی قانون پر غور کرو، انسان کے لئے مصیبتوں اور آفتوں کا برداشت کرنا
...در آسان اور سہل ہوتا ہے، جب اس کو کسی اچھے بدل کی توقع ہوتی ہے، مثلاً اگر
...ن سے دور، اہل و عیال سے مہجور کسی جگہ تمام دن محنت و مشقت میں گزار رہا ہوں
...لئے یہ ایک مصیبت ہے، لیکن میں اس کو مصیبت نہیں سمجھتا، کیونکہ مہینے کے ختم پر
...وضہ معقول تنخواہ کی صورت میں مل جاتا ہے، یہ میرے غموں کو بھلا دیتا ہے، میرے
...مرہم کا کام دیتا ہے،! اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر ان وعدوں اور بشارتوں پر
...کریم میں اس شخص سے کیجا رہی ہیں، جو مبتلائے مصیبت ہے، اور صبر کر رہا ہے ایسا
...کہ دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں صبر ہی میں رکھی ہیں !

...رضی اللہ عنہ کی تحقیق ہے، کہ قرآن میں صبر کا ذکر نوے جگہ آیا ہے ! ہم یہاں چند
...ا ذکر کرتے ہیں، جو صابر کے حق میں آئی ہیں، اگر وہ ان کو پیش نظر رکھے، ان پر یقین

...کے حکم پر صبر کر کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ،

اذعان کے ساتھ تفکر کرے تو چیخ اٹھے، کہ بلا از دوست عطاست واز عطا نالیدن خطا است !

صبر سے ہم حق تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں، ان اللہ یحب الصابرین[۱] اور جو حق تعالیٰ کا محبوب ہو اس کو کس چیز سے حزن ہو سکتا ہے، اور کس چیز سے خوف؟ صابر کو حق تعالیٰ سے معیت نصیب ہوتی ہے، ان اللہ مع الصابرین[۲] اور یہ معیت سو کھی معیت نہیں جس کے ساتھ حق تعالیٰ ہوں وہ کیسے ذلیل ہو سکتا ہے، کیسے مقہور ہو سکتا ہے، خلق اس کا کیا بگاڑ سکتی ہے،؟ لاطاقۃ للمخلوق مع قدرۃ الخالق!

صبر ہی سے امامت و پیشوائی نصیب ہوتی ہے، وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا[۳] خلق کی ہدایت کا منصب سپرد ہوتا ہے، صابر کے لئے اس کا صبر اعداء کے مکر و فریب کے مقابلہ میں ایک زبردست سپر ہے، وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا[۴]، بالآخر ان پر غالب ہونا اس کے لئے یقینی ہے، فاصبر ان العاقبۃ للمتقین[۵] اس کا اپنے مطلب پر فائز ہونا ضروری ہے، وتمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا یعنی تیرے پروردگار نے جو وعدہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا تھا، یعنی دشمنوں سے نجات اور ملک و حکومت کے عطا کرنے کا وعدہ صبر ہی کی وجہ سے ایفا ہوا، صابرین کے لئے غیر محدود اجر کا وعدہ ہے، انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب، سلیمان بن قاسم نے کہا ہے، کہ ہر عمل کا ثواب معلوم ہے، مگر صبر کا اجر بغیر حساب ہوگی، وجہ سے نامعلوم و ناقابل علم! حق تعالیٰ نے صابروں کے لئے اپنی رحمت، ہدایت اور صلوۃ یکجا جمع کر دی ہیں، اور یہ اکٹھے ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیئے وبشر الصابرین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و

---

[۱] اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے [۲] اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے [۳] اور کئے ہم نے ان میں سے پیشوا جو راہ بتلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے [۴] اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرو تو ان کے مکر سے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہونچیگا [۵] بس صبر کر کیونکہ متقین کا انجام نیک ہوتا ہے،

ں هُمُ الْمُصَدِّقُوْنَ ۱!

گر درد، گریزپا، سریع الزوال، فانی درد، صبر کے ساتھ برداشت کرلیا جائے (اور اسکی
ا ممکن بھی نہین کیونکہ ناقابل برداشت تکلیف کسی کو دی بھی نہیں جاتی) تو دیکھو اسکے معاوضہ
رہا ہے، ؟کن چیزوں کا وعدہ ہورہا ہے، ؟اورکون وعدہ کررہا ہے، ؟کس کی زبانی وعدہ
ے، ؟اگر تمھارے قلب مین ایمان کی شمع روشن ۲ ہے، اگر وہ "غلاف" مین نہین باندھ دیا
ندھا نہین ہوگیا ہے، اگر وہ ادراک کی قوت رکھتا ہے، اوران حقائق کا ادراک کررہا
ور داس کے لئے ایک نعمتِ بے بہا نہیں کیا وہ اس سے متلذ ذ نہیں ہوگا اس کا مشتاق نہ ہوگا،
اق مین یہ چیخ اسکی زبان سے نہین نکلیگی،

زہر غم دوست جز شکر نیست	این تیر نصیب ہر جگر نیست!
بدکے دہد آن حبیب جانی	شیرین بود آنچہ تلخ می دانی!

غور کرو اس حدیث کے مفہوم پر!

ھد اللہ عبدہ بالبلاء	حق تعالیٰ اپنے بندے کی بلا کے ذریعہ
ا ھد الوالد الشفیق	خبرگیری کرتے ہین، اسی طرح جس طرح کہ
لدہٗ"	مہربان باپ اپنے بچہ کی خبرگیری کرتا ہے،

و صابرین کو جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے، تو وہ کہتے ہین کہ ہم اللہ ہی کے ہین، اور اللہ ہی کی طرف
ے ہین، یہ وہ لوگ ہین جن پر ان کے پروردگار کے صلوات ہین، اور رحمت اور یہی ہدایت یافتہ ہیں،
مرفوعاً روایت ہے کہ دل چار طرح کے ہوتے ہین، (۱) اجرد (برہنہ) اس مین چراغ سا جلتا ہے، یہ
(۲) اغلف جسکو غلاف مین باندھ دیا گیا ہے، یہ کافر کا دل ہے (۳) منکوس (اوندھا) یہ خالص منافق کا
وہ دل جس مین ایمان و نفاق دونون موجود ہین یعنی زبانی ایمان کا دعویٰ اور دل مین اسکا یقین نہین،

صحابۂ کرام کے یہی ادراکات تھے، اور انہی کی قوت سے انھون نے اپنا سارا تن من دھن اسلام کی راہ میں قربان کردیا تھا، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

صبر کا ادب یہ ہے کہ زبان کو شکوہ شکایت سے روکا جائے، سوائے حق تعالیٰ کے اپنی مصیبت کا کسی سے گلہ نہ کیا جائے، اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ!

دردم نہان بہ ز طبیبان مدعی
باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند

غور تو کرو کہ مخلوق سے شکوہ کرنے کے کیا معنی ہین، یہی نہ کہ ایک رحیم وکریم ذات کا ایک غیر رحیم وغیر کریم ہستی سے شکوہ کیا جارہا ہے، ایسا شخص کبھی حق تعالیٰ کی اطاعت کی حلاوت اپنے دل مین نہ پائے گا، اس صبر یہ ہے کہ مصیبت کو چھپایا جائے، مِنْ كُنُوْزِ الْبِرِّ كِتْمَانُ الْمَصَائِبِ وَمَا صَبَرَ مَنْ بَثَّ ۲ (حدیث انس مرفوعاً) لیکن مصیبت مین یا درد کی حالت مین زبان سے ہائے وائے نکل جائے تو یہ منافی صبر نہین بشرطیکہ ان سے شکوہ شکایت مقصود نہ ہو، اور محض استراحت منظور ہو، کیونکہ کراہنے سے توجہ درد کی طرف سے ہٹ کر اس میں ایک قسم کی کمی محسوس ہوتی ہے، اسی لئے "انین" (نالہ) کی دوسری قسم کے متعلق حکم ہے، کہ "لا یکرہ و لا یقدح فی الصبر" یعنی صبر کے منافی نہیں، اور پہلی قسم کو بروایت امام احمد رض قادح صبر قرار دیا گیا ہے،

بلا اور مصیبت کے وقت صبر کے معنی یہی ہین، کہ توافق بالقضا کیا جائے، گو فطری طور پر درد وحزن ہو رہا ہو اور ہوگا کیسے نہیں، یہ تو تقاضائے بشریت ہے، انسان کامل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم کے انتقال پر فرمارہے تھے، اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (تیرے فراق نے

---

۱ مین تو کھوتا ہون اپنا اضطراب وغم اللہ کے سامنے ۲ نیکی کا خزانہ مصائب کے چھپانے مین ہے جس نے اپنے مصائب کو ظاہر کردیا، اُس نے صبر نہیں کیا،

...ین مخزون کر رکھا ہے، لیکن عقلی صدمہ نہ ہونا چاہیے یعنی اس مصیبت کے واقعہ
...ل از وقت خیال نہ کیا جائے، اس کے ساتھ توافق کیا جائے، زبان پر ہو مع ہرچہ
...یرین برد، اور دل میں یہ خیال ہو مع جہان دار داند جہان داشتن، اب حکم کے تحت
...استعمال جائز ہی بلکہ ضروری ہے، اور انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ
...ختیار کرنے کے خاموش نہیں رہتی، لیکن اسباب کے استعمال مین نظر اسباب پر
...ر تو اسباب میں اثر پیدا کرتا ہے، علاج کا یہ طریقہ استعمال کیا جائے، اس کے
...ران کی پابندی کیجائے، تو رفتہ رفتہ رضا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، جو راحت
...ین جنت عالیہ ہے،!

...نت کا چوتھا طریقہ حق تعالیٰ کی نعمتون کا شکر ادا کرنا ہے،

...زندگی مین غم بھی ہے اور خوشی بھی، رنج بھی ہے اور راحت بھی، ظلمت بھی ہے
...طیہ نے اپنی کوری عقل سے دنیا کے مبدء ہی کو شر قرار دیا، اور بالآخر یہ شیطنت
(PAND...) کے نظریہ کے حامی بن گئے، ان کے تجربہ مین یہ دنیا بدترین دنیا ثابت
...وحزن کے کوئی شی انھیں حقیقی نظر نہ آئی، اس کے برخلاف رجائیہ نے اس
...قرار دیا، غم والم ان کی رائے مین محض منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے ہین، تضاد سے
...ین انتشار پیدا کرتے ہین، حقیقی نہیں اعتباری ہین، لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس
...ی ہے اور خوشی بھی حقیقی، ان مین سے کسی ایک کو التباس قرار دینا خود کو دھوکے
...حقیقت سے چشم پوشی کرنا ہے، اسکی تصدیق ہر شخص اپنے تجربہ سے ہر روز کر رہا ہے
...ہے نہ نعمت کو، ہر دور سے گزر رہا ہے، خوشی کے احساس کا انکار کر سکتا
...کے ادراک کا، بلا و نعمت کا پایا جانا ان کا محسوس ہوتا ہے، اور یہین

بارکلے[1] کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے، کہ موجود ہونا دراصل محسوس ہونا ہی ہے، (To be is to be perceived or to be is to be perceived) بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسمار جلالی بھی ہین اور جمالی بھی اور یہ ہر وقت مصروف عمل ہیں ایک لحظہ کے لئے معطل اور بے کار نہیں، خیر و شر، رنج و راحت، لذت والم، نعمت و بلا انہی کی تجلیات کا نتیجہ ہین، اور حقیقی ہین،

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ بلا سے نجات چاہتا ہے، اور نعمت مین اضافہ، بصیرت محمدیؐ نے دونون کے لئے قلبی طریقے بتلائے ہین، بلاؤن مین صبر اور نعمتون مین شکر، قلب انسانی مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتے ہین، اس کو ایک طرف تو نالہ، فریاد، ماتم سینہ کوبی، یاس و قنوط سے نجات دیتے ہین، اور دوسری طرف کبر عجب، فخر، غرور، تبختر سے چھڑاتے ہین، ان سلبی و مضر جذبات سے نجات پاکر وہ قوت ہمت اور عمل کا مخزن بن جاتا ہے، اور اس کیلئے کائنات کی تسخیر آسان ہو جاتی ہے، اسکی توانائیان رائگان نہیں جاتین، صحیح جانب لگ جاتی ہین، اور ایک نقطہ پر مرکوز ہو کر حیرت انگیز نتائج پیدا کرتی ہین، مصیبت میں صرف اتنی احتیاط ضروری ہے، کہ ارادہ بالکل شکستہ نہ ہو جائے، ہمت بالکل ٹوٹ نہ جائے، بلا کا بہادری سے مقابلہ کیا جائے، حواس بجا ہون، یہی چیز صبر سے حاصل ہوتی ہے، اور نعمت مین خطرہ اس بات کا لگا رہتا ہے، کہ وہ حق تعالیٰ کو بھول نہ جائے، جو تمام حسنات و محامد کا منبع ہین، اور اس طرح اس منبع سے دور نہ ہو جائے، اور ظلمتون مین گرفتار نہ ہو جائے، شکر سے یہ خطرہ رفع ہو جاتا ہے، کیونکہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت کو حق تعالیٰ کی جانب سے دیکھا جائے، اپنی ذات یا خلق کی طرف اسکی نسبت نہ کیجائے، کیونکہ دراصل حق تعالیٰ ہی "ضار" ہین، اور نافع، نفع و ضرر انہی کے دست قدرت مین ہین

---

[1] تصوریت کا بانی اٹھارہوین صدی کا ایک نہایت ذہین اور تیز فہم فلسفی (۱۶۸۵ء تا ۱۷۵۳ء) مادہ کے وجود ہی سے انکار کیا، کائنات غیر مادی روحانی شے ہے اور محض نفوس یا ارواح کی جماعت پر مشتمل ہے۔

کی نگاہ کو یہی نظر آتا ہے، کہ نعمت خلق ہی کے ہاتھ سے پہونچ رہی ہے، لیکن چشم بصیرت جانتی
ض بمنزلۂ اسباب وآلاتِ نعمت ہیں، تاہم، مجری و فاعل و مسبب حق تعالیٰ ہی ہیں، وما
نعمة فمن الله) جب انسان اس حقیقت کو پیش نظر رکھکر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو
توں میں اضافہ کرتے ہیں، یہ اُن کا قطعی وعدہ ہے کسی استثنا کی گنجایش نہیں، لئن شکرتم
اجابت دعا، رزق وغنا، توبہ ومغفرت کا انحصار اپنی مرضی پر رکھا ہے، لیکن شکر کے عوض
ں کا حصول بلا تخلف ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ نَزَلَتْ
فلیشکرھا" جس کسی پر نعمت کا نزول ہو، اسکو چاہئے، کہ شکر ادا کرے"

سید مرسلان و مرسل راز — داد فرمان بشکر نعمت وناز،
گل نعمت برائے ہر کہ شگفت — شکر آن روز وشب بباید گفت

ظیم الشان صداقت کو جس پر نعمتوں کا بقا منحصر ہے، افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے
انی طریقہ سے ادا فرمایا ہے،

ۃ وحشیۃ قیدوھا — نعمت ایک وحشی جانور ہے شکر کی زنجیروں
شکر" — سے اسکو باندھ رکھو،

خاتم ملک وحی و خاتم دین — شکر فرمود بر نحیف وسمین،
باز نعمت چو ہست وحشی را — صید از قید شکر کن او را،
چون گذاری تو شکر، نستیزد — ور شوی ناسپاس بگریزد،

ت کا یہ ایک مسلمہ قانون ہے، کہ انسان کو جب نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ خوش ہوتا
وز بعد یہ نعمت اپنی مانوسیت کی وجہ سے اپنی قدر وقیمت کھو دیتی ہے، اب اس میں کوئی

کرو تو یقیناً ہم (نعمتوں میں) اضافہ کرتے ہیں،

ندرت باقی نہیں رہتی، اس کے وجود سے اس کو کوئی خاص فرق اپنی زندگی میں محسوس نہیں ہوتا، اور باوجود ناز و نعم میں گھر ہونیکے وہ ضیق محسوس کرتا ہے لیکن اگر یہ مفقود ہو جائے، یا ہاتھ سے چھین لیجائے تو اب اسکو اسکی قدر ہوتی ہے، قدر نعمت بعد زوال اسی صداقت کا اظہار ہے، علاوہ ازین احساسِ نعمت کا مفقود ہونا گویا نعمت ہی کا مفقود ہونا ہے، اگر نعمت سے مجھے خوشی نہ ہو، کوفت ہو، تعب ہو تو یہ میرے لئے نعمت نہیں زحمت ہے، ان حقائق کو سمجھ لینے کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ ازدیادِ نعمت میں شکر کا کتنا دخل ہے،: نعمت کے شعور سے نعمت کا بقا ہے، شعور کا فقدان نعمت کا فقدان ہے، اسی لئے احساس نعمت کو زندہ رکھنا چاہئے، اور یہی چیز شکر سے حاصل ہوتی ہے، حضرت حسن بصری شکر کو جالب "حافظ" کہتے تھے، کیونکہ وہ موجودہ نعمتوں کی "حافظ" اور مفقود نعمتوں کی جالب ہے، شکر سے نعمت سلب و نقصان سے محفوظ ہو جاتی ہے، اور چونکہ شعور میں نعمتوں کے ادراک کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، وہ ان چھوٹی چھوٹی عنایتوں کا بھی مشاہدہ کرنے لگتا ہے، جو اس کے قبل نظر سے پوشیدہ تھیں اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں، کہ شکر سے نعمتوں میں قطعی اضافہ ہوتا ہے الشاکر یستحق المزید (شاکر زیادتی کا مستحق ہے) ایک نفسیاتی صداقت ہے، اسی لئے ہمارے "اسوۂ حسنہ" کو جب بھی کوئی امر خوشی کا پیش آتا، تو شکر الٰہی کی ادائی کے لئے سجدہ میں گر جاتے

(رواہ احمد)

انسان کی کچھ عجیب فطرت ہے نعمتوں کو بہت جلد بھول جاتا ہے، اور مصیبتوں کا ہمیشہ شکوہ کرتا رہتا ہے، کسی عرب شاعر نے اس پر خوب تہدید کی ہے،

یا ایها الظالم فی فعله — والظلم مردود علی من ظلم[۱]

[۱] اے اپنے فعل میں ظلم کے روا رکھنے والے تجھے معلوم ہے کہ ظلم ظالم پر لوٹ کر آتا ہے، کب تک اور کہاں تک تو مصیبتوں کا شکوہ کرتا رہے گا، اور نعمتوں کو بھلاتا جائے گا؟

تشکوا المصیبات وتنسی النعم
الیٰ متیٰ وحتیٰ متیٰ

ا ہمین اپنی اُن نعمتون کو دہرانا چاہئے جن کی طرف ہماری نظر نہین جاتی، پہلے نعمت نفع
ِعمت دفع کو، دونون بیشمار ہین، "نعمت نفع" مین آدمی اپنے صحیح و سالم قد و قامت پر نظر کرے
یت پر غور کرے، ان لذتون کا خیال کرے جو کھانے پینے اور جنسی خواہشون کی تکمیل مین
ین، ہر "نعمت دفع" کے سلسلہ مین یہ دیکھے کہ وہ اپاہج نہیں ہزارون بیماریون سے محفوظ ہے،
نی لغزون کے شر سے مامون ہے، صاحب ایمان ہر نعمت کو ایک اور نقطۂ نظر سے دیکھ
سکو "نعمت توفیق" بھی حاصل ہے، "اور نعمت عصمت" بھی، "نعمت توفیق یہ کہ اس کو ایمان
واستقامت حاصل ہے نعمت عصمت یہ کہ وہ کفر و شرک، نفاق و ارتداد، بدعت و فسق
محفوظ رکھا گیا ہے، اگر ان نعمتون کی وہ تفصیلات مین جائے، ان کی جزا پر نظر کرے
ِ واستعداد پر غور کرے، یہ دیکھے کہ اس کو ان نعمتون کا کیا حق ہے، تو بے اختیار

ے لطفِ تو من زار نتوانم کرد	احسانِ تو شمار نتوانم کرد،
گر برتنِ من زبان شود ہر موئے	یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد،

(ابو سعید فہمنہ)

ہے، ان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (اگر تم اللہ کی نعمتون کا شمار کرو تو گن نہ سکوگے)
ار احسان کا شکر انسان کیسے ادا کر سکتا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے، کہ شکر
اپنے عجز کا جان لینا ہے" ادائے شکر کے ساتھ ہی ایک اور شکر لازم آتا ہے، کیونکہ شکر
حق تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے، اور یہ توفیق خود ایک بڑی نعمت ہے، جس کا شکر
ھر اس شکر کا شکر و ہلمّ جراً الی نہایۃ اسلئے احسان و منت باری تعالیٰ کا

مشاہدہ خود شکر ہے، ان کی نعمتون کا اعتراف خود شکر ہے، ان کے حصول کے بعد مرضیات حق پر قائم رہنے کی دعا خود شکر ہے، ان پر حق تعالیٰ کی ثنا خود شکر ہے !

حق تعالیٰ سے استعانت کے دوسرے طریقے اجمالاً یہ ہین: ہمیں چاہیے کہ گناہون کے صدور پر توبہ کرین حق تعالیٰ مغفرت سے ہماری استعانت فرماتے ہین انّہ کانَ للاوّابینَ غفوراً وہ رجوع کرنے والے کو معاف کرتے ہین، کتنا تسکین بخش اور محبت آمیز پیام ہے، انّی لغفارٌ لمن تابَ وآمنَ وعَمِلَ صَالحاً ثمّ اھتدیٰ مین معاف کر دیتا ہون اس کو جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک عمل کئے اور پھر اس راستہ پر چلا" توبہ و ندامت سے گناہ کی سیاہی قلب سے محو ہو جاتی ہے، گناہون سے تنفر پیدا ہو جاتا ہے، نیکیون سے محبت پیدا ہوتی ہے، اور تائب حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے، انّ اللہ یحبُّ التوّابینَ،

ہم نے اوپر تفصیل سے دکھایا ہے، کہ قوت و اثر اصالۃً صرف حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہین، لا قوّۃ الّا باللہ اسلئے ہماری خوف و رجا کی نسبت صرف حق تعالیٰ ہی سے قائم ہو جاتی ہے اور اس کے قیام کے ساتھ ہی حق تعالیٰ ہمین مخلوق سے غنی اور بے نیاز کر دیتے ہین، اور اس غنا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ ہم اس قاتل جذبہ کے چنگل سے آزاد ہو جاتے ہین جس نے سنگ پرستون کی زندگی کو سکون و طمانیت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا ہے یہ خوف کا جذبہ ہے جس نے ان کو سوتے جاگتے ہر وقت پریشان، مضطر اور حواس باختہ کر رکھا ہے، اور جس کی وجہ سے انھین ہر کونہ مین ایک دام دکھائی دیتا ہے، اور ہر گوشہ مین ایک درندہ !

اگر ہم اس امر مین حق تعالیٰ سے استعانت چاہین کہ وہ ہمین یاد رکھین، اور ہم سے راضی رہین تو ہمین چاہئے کہ ہم حق تعالیٰ کو یاد رکھین، اور ان کے ہر حکم و فعل سے راضی ہو جائین، فاذکرُونی اذکرکم، تم مجھے یاد کرو مین تمھیں یاد کرون گا، اسی لئے حکم فرمایا کہ اذکرُوا اللہ ذکراً کثیراً، اور ہمارے

...نے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ وہ ہم سے راضی ہوجاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضوا عنہ

...آنانکہ رضائے حق بجان می جویند　　در راہ رضائے او بسر می پویند
...ہریک ہمہ آن کنند کہ حق فرما...　　حق نیز ہمان کند کہ ایشان گویند

...و کچھ ہم نے کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب یا دین مشتمل ہے دو اجزاپر، عبادت و
...الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی قلبی تصدیق اور لسانی اقرار سے ہمارے قلوب سے
...ودیت و ربوبیت فنا ہوجاتی ہے، اس قلب کی عظمت کا کیا کہنا جس سے غیر اللہ کی
...یت فنا ہوکر اللہ کی ربوبیت و معبودیت متمکن ہوگئی ہے، جس کے الٰہ قطعاً اللہ ہیں یعنی
...ن کے مسجود، جس کے مطلوب، جس کے مقصود قطعاً اللہ ہیں، جس کے رب، جس کے مستعان
...س قلب میں توحید کا جلوہ ہے، ایمان کا نور ہے، وہ نورانی قلب ہے، حق تعالیٰ
...ور حق تعالیٰ اس کے وکیل ہیں، کفیل ہیں، ولی ہیں، مولیٰ ہیں، نصیر ہیں، حفیظ ہیں

...ہیں چند تعریفات یاد رکھو: جیسا کہ تم نے دیکھا ہے، ذات اللہ ہی کو الٰہ قرار دینا، یعنی
...قرار دینا زبان سے اقرار اور دل سے اسکی تصدیق کرنا، توحید ہے، اس اقرا
...ب سے شرک کا خروج ہوتا ہے، اور توحید داخل ہوجاتی ہے، جس ذات پاک نے
...نچایا، (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسکی رسالت کے اقرار و تصدیق سے دل سے کفر کا
...، اور ایمان جلوہ افروز ہوجاتا ہے، ایمان میں دو چیزیں ہیں، اور توحید میں بھی دو چیزیں ہیں
...للہ علیہ وسلم کی رسالت اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی الوہیت کی تصدیق
...للہ تعالیٰ کی معبودیت و ربوبیت اور ان کے ماتحت بندہ کی عبادت و استعانت
...ہے، اس کا زبان سے اقرار اور دل سے انکار یا شک "نفاق" ہے، اسکی تصدیق

کے بعد انکار "ارتداد" ہے، یہ مثل شرک کے دین و مذہب کی نفی ہے، بغاوت ہے، اور اسلئے ناقابل معافی! اور بدعت بھی بُری بلا ہے، یہ دین میں کسی نئی بات کا پیدا کرنا ہے، جو دین کی بات نہیں اسکو دین سمجھنا ہے، غیر شریعت کو شریعت بتلانا "افترا علی اللہ" اور ایک گونہ ادعائے نبوت" ہے، ابدعتی کو توبہ کم نصیب ہوتی ہے، کیونکہ وہ تو اوس کو مستحسن سمجھ رہا ہے، پھر توبہ کیوں کریگا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کُلّ بدعۃٍ ضلالۃ وکلُّ ضلالۃٍ فی النّار،

قبل ایمان کفر و شرک سے توبہ لازم ہے، پھر ایمان یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی قلبی تصدیق اور لسانی اقرار جس سے غیر اللہ کی معبودیت اور ربوبیت فنا ہوکر اللہ کی معبودیت و ربوبیت متمکن ہوجائے، اب نفاق، ارتداد، بدعت، فسق و فجور سے احتراز ایمان اور عمل صالح پر استقامت، یہی دین یا بندگی" جس کے متعلق عارف روم نے کیا خوب کہا ہے ؎

گر تو خواہی حرّی و دل زندگی　　بندگی کن بندگی کن بندگی
زندگی مقصود بہر بندگی است　　زندگی بے بندگی شرمندگی است
جز خضوع و بندگی و اضطرار　　اندرین حضرت ندارد اعتبار
ہر کہ اندر عشق یابد زندگی　　کفر باشد پیش او جز بندگی

ذوق باید تا دہد طاعات بر
مغز باید تا دہد دانہ شجر،

قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین،

(یوسف ع ۱۲)

ضمیمہ

مندرجہ ذیل نقشہ سے دین کے سارے اجزا کی تلخیص پیش نظر ہوجاتی ہے،

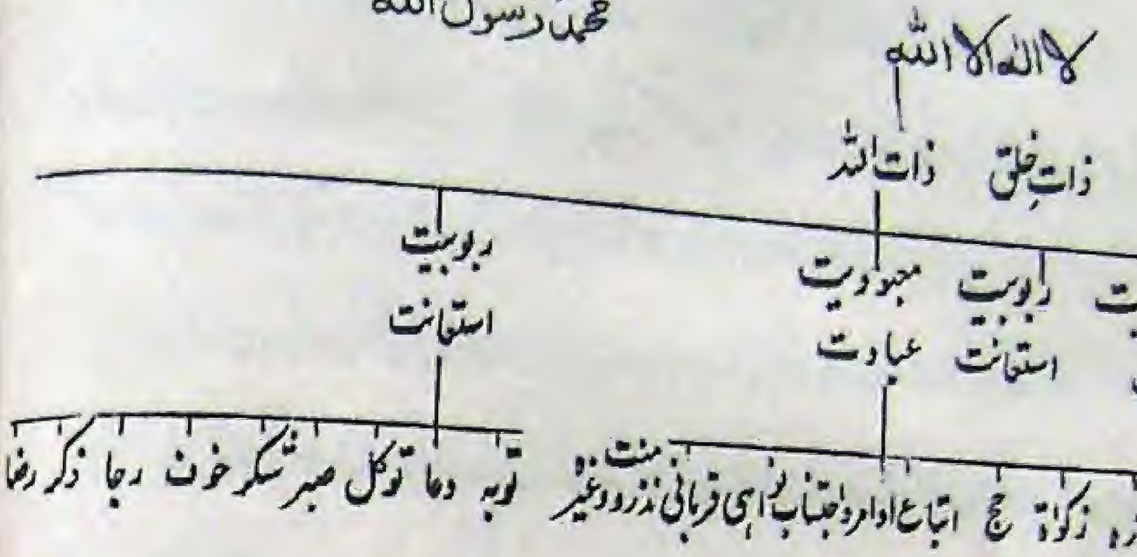

ضرورت مترجمین

[ع]ربی فارسی، انگریزی سے براہ راست شستہ و رفتہ سلیس اردو زبان مین ترجمہ کرنے والون کی [ضرورت ہ]ے، جو مناسب اجرت پر علمی ادبی تاریخی، نیز متفرق علوم و فنون کی کتابون اور رسائل کے [ترجمہ] کا ترجمہ کرسکین، کسی ایک زبان اور اردو کا جاننا کافی ہے، علمی قابلیت نیز تجربہ کے متعلق [...] جواب آنا ضروری ہے،

[ن]وٹ: ہر قسم کی اردو فارسی عربی، انگریزی کتابیں، مطبوعات: ہندوستان، ایران، مصر، [...]رکیہ وغیرہ ہماری معرفت نسبتۂ ارزان قیمتون پر مل سکتی ہین، شائقین اپنے اسماے گرامی [...] سے مطلع فرمادین تاکہ جدید فہرستین وقتاً فوقتاً ارسال کیجا سکین،

پتہ ذیل پر خط و کتابت کرین،

شباب کمپنی پوسٹ بکس ۱۲۶ بمبئی نمبر ۳

ظہور الاسرار نامی اور مطہر گڑھ

از

جناب مولوی امتیاز علی خان صاحب عرشی ناظم کتبخانہ رامپور

خواجہ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی "مخزن اسرار" شہرۂ آفاق کتابون مین شمار کیجاتی ہے، چونکہ اس مین سلوک و معرفت کے رموز و اسرار، الفاظ فارسی کے پردہ مین ظاہر کئے گئے ہین، اور سیدھے سادے لفظ اس بار گران کو برداشت کرنے کا یارا نہین رکھتے، اسلئے خواجہ صاحب نے تشبیہ و استعارہ سے جابجا کام لیا ہے،

ہر شخص واقف ہے کہ استعارات و تشبیہات کی خوبی یہ ہے کہ سننے والے کا ذہن اصل مدعا کی طرف کم سے کم وقت مین منتقل ہوجائے، لیکن یہ امر بھی محتاج بیان نہین، کہ اکثر شاعر کی طبعی ذکاوت اور فطری نزاکت تخیل دو چیزون کے بعید علاقہ کو قریب دکھانے لگتی ہے، اور اس سبب سے وہ بخیال خود سریع الفہم تشبیہ یا استعارہ استعمال کرتا ہے لیکن عام ذہن اُس تک جلد نہیں پہونچ سکتے، بنابرین ناگزیر ہوجاتا ہے، کہ شاعر کا مقصد و مدعا سمجھنے کے لئے غور و خوض اور تلاش و جستجو سے کام لین، اکثر ادبی کتابون کی شرحین اسی غور و خوض اور تلاش و جستجو کا نتیجہ ہین،

خواجۂ نظامی کی مذکورہ مثنوی کی اکثر تشبیہین اور استعارے اسی قسم کے ہین، اس پر مستزاد اس کا موضوع ہے، جو نثر مین بھی ادا کیا جائے، تو ہر شخص اوس کی کنہ تک پہنچ جانے کا دعویٰ نہین کرسکتا، اور چونکہ سِرّ دلبران کا اظہار "حدیث دیگران" مین زیادہ بہتر خیال کیا گیا ہے، اسلئے دوسرے

…نگارون کی طرح خواجہ صاحب کے اشعار مین بھی جا بجا تلمیح اور قصہ طلب اشارات ہین جن کا علم
…و نا ضروری نہین ، اس بنا پر متعدد اہلِ علم نے انکی شرحین لکھی ہین ،
…ن شروح مین سے ایک کتاب ظہور الاسرار نامی ، مطبع منشی نو لکشور لکھنؤ مین طبع بھی ہو چکی ہے ،
…بِ نظر اس شرح کا جو مطبوعہ نسخہ ہے ، وہ مطبعِ مذکور مین دوسری بار جولائی ۱۸۸۵ء مطابق رمضان
…ین چھپا تھا ،

…ی شرح کے دیباچہ مین مصنف کا نام . ظہور الحسن بٹھوری بن محمد کلیم اللہ بن عظمت اللہ از
…ر الحسن ع یعنی حسنی الحسینی ، ظاہر کیا گیا ہے ، کتاب کا نام دیباچہ مین مذکور نہین ، لیکن ٹائیل
…ین اسے ظہور الاسرار کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ، نیز یہی نام کتاب کے ہر صفحہ کے
…ین مندرج ہے ، اس نام کے پہلے جزو (ظہور) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ، کہ کتاب
…ی تصنیف ہو گی ، لیکن سرورق پر کتاب کے نام کے نیچے حسبِ ذیل عبارت لکھی
… :-

…ن متین از کنز اسرارِ حضرت خواجہ نظامی گنجوی است ، و این شرح از استاد
…دیرین "

…ان مصحح نے خاتمۃ الطبع مین شرح کو ظہور الحسن مذکور کی تالیف قرار دینے کے بعد
… :-

…نسخہ منقول عنہ این شرح کہ خیلی کہنہ زمان بود تاہم بتقاضا مخدوش ، لیکن تا امکان
…صحت پرداختہ شد ، و نیز در دیباچہ منقول عنہ بجائے نام مصنف دو سطر از آب سید گی
…بود کہ اصل خط نام منقول عنہ تفاوتی بین داشت ، چونکہ منقول عنہ مرسلہ مولوی
…ن صاحب تخلص بذہین رئیس موضع کرن پور ، ضلع بجنور ، ہمان صورت بود ، لہذا

بدان حالت گذاشتہ شد کہ حقیقتش مدرک نشدہ و نسخۂ دیگر ہم دستیاب نگردیدہ کہ بمقابلہ اش تحقیق نام مصنف می شد ، و بسبب تبدل خط و احتکاک و اثباتِ عبارت بجائے نام مصنف پردہ از روے راز می کشود ، اما این قدر بزبان آوردن غیر مصلحت نبود کہ لا ریب شرحِ منقول عنہ از تصنیفات یکے از قدماے کاملین است و بخیالات عالی بالا ترین مگر بباعثِ محکوک بودنِ مقامِ نامِ مصنف احتمالی دارد کہ اظہارش قابلِ انتباہ و آگہی ناظرین است و بس"

(خاتمۃ الطبع ، صفحہ ۲۸۶ ، نسخہ نمبر ۲۱۹ ، نظم فارسی)

اس بیان سے واضح ہوتا ہے ، کہ کارپردازان مطبع کو شرحِ مذکور کا جو نسخہ مولوی نور الحسن صاحب سے دستیاب ہوا تھا ، اس مین دیباچہ کے اندر مصنف کے نام کی جگہ سابق تحریر کو مٹا کر نئے خط سے پڑ کر گئی تھی ، اور اگرچہ طرزِ عبارت و اندازِ بیان کے ماسوا روشنائی اور روشِ کتابت بھی اسی طرف اشارہ کر رہے تھے ، کہ شرح مذکور ظہور الحسن کے بجائے کسی پرانے استاذ کی تصنیف ہے ، مگر دوسرا نسخہ نہ ملنے کے باعث سے اسکی تصدیق نہ ہو سکی تھی ، اسلئے اہلِ مطبع نے جدید نام باقی رکھتے ہوئے اس شبہہ کا اظہار مناسب خیال کیا ،

ظہور الاسرار کے اصل مصنف کا نام

خاتمہ نگار کے اس شبہہ کی صداقت حسنِ اتفاق سے گذشتہ ہفتہ مجھ پر واضح ہوئی ، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین اپنی تلاش اور تحقیق کے نتائج اہلِ علم کے روبرو پیش کر دون ، تاکہ توارد کی ایک عظیم الشان مثال گوشۂ گمنامی مین پڑی رہنے سے بچ سکے ، اور اربابِ ذوق ظہور الحسن مذکور کے حق مین جو کبھی کے مرحوم ہو چکے ہین ، دعاے مغفرت فرمائین ،

کتاب خانہ ریاست رامپور مین مخزنِ اسرارِ نظامی کی شرح کے ۳ قلمی نسخے محفوظ ہین ،

ے ایک نسخہ کسی نامعلوم مصنف کی تالیف ہے ، بقیہ دو نسخے ایک ہی شرح کے ہین لیکن
ن مصنف کا نام دونون مین مختلف ہے ، مین نے یہ طے کرنے کے سلسلہ مین کہ ان دونون
س نسخہ کا نام درست ہے ، یہ خیال کیا کہ مطبوعہ شرح کو دیکھون ، تاکہ اس شارح نے اپنے
شارح کی عبارت کا کوئی ٹکڑا اس کا نام لیکر نقل کیا ہو ، تو کسی ایک کتاب کے بیان
کے جب مین نے مطبوعہ نسخہ کی عبارت کو پڑھنا شروع کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ
ی نسخہ مین بعینہٖ یہی عبارت پڑھ رہا تھا ، اس خیال کے پیدا ہوتے ہی مین نے قلمی
س کا مقابلہ کیا ، تو ظاہر ہو گیا ، کہ حسب ذیل اختلاف سے قطع نظر کر لیجائے تو مطبوعہ
دونون ایک ہی کتاب کے دو نسخے ہین ؛

رہ اختلاف حسب ذیل ہے :-

طبوعہ نسخہ مین حمد و نعت کے بعد تحریر ہے :

ا بعد چنین گوید ریزہ چین خانہ علماے دہر جرعہ نوش ساغر فضلاے عصر احقر
ظہور الحسن ٹہوری بن محمد کلیم اللہ بن عظمت اللہ از اولاد سید ابو الحسن عرف
یسنی غفر اللہ لہما والیہ (کذا) چون دیدم کہ رغبت بشتری فضلاے عصر و ابنائے

نحو" (ص ۲)

بارت قلمی نسخہ مین اس طرح ہے :-

ا بعد چنین گوید ریزہ چین خوان علما ؛ دہر و جرعہ نوش ساغر فضلا ؛ عصر
ب عباد اللہ القوی ، محمد بن قوام الدین بن رستم بن احمد بن محمود بدر خزانہ
عروف بکری غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ ، کہ چون دیدم رغبت بشتری
؛ دہر ا لخ" (ورق ۱ الف)

مصنف کے نام کے اختلاف کے علاوہ کتاب مین جا بجا بہت معمولی لفظی اختلافات بھی پائے جاتے ہین ، مثلاً مطبوعہ نسخہ مین مندرج ہے :

چنانکہ غواص لآلی نظم و نثر افضل العصر مولانا معین الدین ہانسوی کہ درین علم و فضل بے نظیر و در معانی بیان بے بدیل بودہ ، در بدائع الحکایات گفتہ" (ص ۳)

قلمی مین یہ عبارت اس طرح ہے :

"چنانکہ غواص لآلی نظم و نثر ، افضل العصر ، مولنا مغیث الدین ہانسہ کہ در عصر بعلم و فضل بے نظیر و در معانی و بیان بے بدیل بود ، در بدائع الحکایات گفتہ" (ورق ۱ ب)

لیکن ہر صاحب عقل جانتا ہے ، کہ اختلاف لفظی کا نشا رکاتبون کی بے توجہی یا سہو و نسیان ہوتا ہے ، اور شاید ہی کسی کتاب کا کوئی قلمی نسخہ ایسا دستیاب ہو سکے جو اسی کتاب کے دوسرے قلمی نسخہ سے لفظ بہ لفظ مطابق ہو ، اسلئے یہ قابل لحاظ قرار نہیں دیا جا سکتا ، البتہ پہلا اختلاف اہم ہے ، لیکن اسکی حقیقت صرف اس امر کے بیان کر دینے سے ظاہر ہو جاتی ہے ، کہ ہمارا ایک قلمی نسخہ (نمبر ۶ فن پند و نصائح فارسی) ۱۰۵۵ھ کا نسخہ ہے ، اور اس مین مصنف کا نام محمد بن قوام الدین البلخی تحریر ہے ، دوسرا نسخہ (نمبر ۵۹ فن مذکور) بلا تاریخ ہے لیکن کاغذ ، روشنائی اور خط کے انداز سے پتہ چلتا ہے ، کہ نمبر ۶ سے پرانا ہے ، اس مین بھی کم از کم ظہور الحسن نام نہیں ملتا ، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے ، کہ کسی ظہور الحسن نے اصل مصنف کا نام حک کر کے اسکی جگہ اپنا نام لکھکر کتاب کو اپنانے کی ناکام کوشش کی ہے ، ورنہ فی الحقیقت یہ شرح بلخی کی تصنیف ہے ، اور اسی کے نام سے اس کا حوالہ مخزن اسرار کی دوسری نامعلوم المصنف کی شرح مین دیا گیا ہے ، مثلاً مولنا نظامی نعت بہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم مین ارشاد فرماتے ہین :

تحفۂ اول کہ الف نقش بست ، بر در محجوبۂ احمد نشست ،

محمد بلخی جس کی شرح ظہور الاسرار کے نام سے طبع ہوئی ہے، اور اس وقت زیر بحث ہی،

ول" کی شرح کرتا ہے :

تختہ" وح محفوظ را گویند "اوّل کہ الف نقش بست" یعنی اوّل چیزے کہ قلم بر لوح محفوظ

ت الف بود، (نسخہ قلمی نمبری ۲۰ ورق ۲۲، الف)

ظہور الاسرار مین بھی بعینہ یہی عبارت درج ہے، صرف اس قدر فرق ہے، کہ اس مین

نقش بست" کی جگہ "اوّل نقش بست" ہے، (نسخہ مطبوعہ صـ۳۵)

معلوم المصنف کی شرح مخزن اسرار (نسخہ قلمی نمبر ۱۶، فن پند و نصائح فارسی) مین یہ تشریح

ف منسوب ہے، اس شرح کے الفاظ یہ ہین :

نچہ در شرح محمد بلخی آوردہ کہ تختہ اوّل لوح محفوظ را گویند، یعنی اوّل قلم کہ بر لوح محفوظ

ت الف بود" (شرح مذکور ورق ۹ ب)

سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عبارت شرح محمد بلخی کی ہے، علاوہ ازین مناجات دوم

ی شرح میں کہ

پذیری کہ ز باغ تو ایم، قمری طوق سگ داغ تو ایم

ح نامعلوم المصنف مین مندرج ہے،

شرح محمد بلخی درین مقام آوردہ کہ خواجہ احمد معشوق سالہا در ریاضت مشغول بود،

ت آوازی شنید کہ تو سگ درگاہ مائی، سر در شد، بر مادر رفت و گفت، مبارکباد

چندین سال مرا سگ درگاہ خطاب شد، گفت، الحمد للہ! اما مشغولی زیادہ کن کہ

ان عالی تر شود، ہمچنان کرد، تا آوازے شنید کہ "معشوق درگاہ مائی"، ہمچو دانکہ از

بیرون آمد، او را احمد معشوق بخوانند (شرح مذکور - ورق ۹، الف)

یہی عبارت باختلاف یسیر ہمارے نسخہ شرح بلخی مین (ورق ۲۱، الف) موجود ہے، اور بعینہ ظہور الاسرار (ص ۳۴) مین پائی جاتی ہے، یہ اس بات کی دوسری روشن دلیل ہے، کہ اصل مین شرح محمد بلخی کی تصنیف ہے،

شرح نامعلوم المصنف مین اور مقامات پر بھی بلخی کا حوالہ دیا گیا ہے، لیکن طوالت کے خوف سے مین نقل نہیں کرنا چاہتا، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شرح ظہور الاسرار کے نام سے شائع ہوئی ہے، اسکی عبارتین دوسرے مصنف کی شرح مین شرح محمد بلخی کے نام سے نقل کی گئی ہین، جو ہمارے نسخہ نمبری ۲۰ کے دیباچہ کی رو سے بھی محمد بلخی ہی کی طرف منسوب ہے،

شرح بلخی کا سال تالیف اب یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے، کہ شرح محمد بلخی کس سنہ مین لکھی گئی، اسپرنگر نے کتاب خانہ ہائے شاہِ اودھ کی فہرست (ج ا صـ۵۲۱ و ۵۲۲) مین لکھا ہے، کہ زیر نظر نسخہ کے آخر مین حسب ذیل بیت تاریخی درج ہے، جس سے سنہ ۱۰۹۱ھ نکلتا ہے،

بفکر اندر شدم از بہر تاریخ — دلم گفتا: زہے شرح گلستان

ڈاکٹر ریو نے (فہرست کتب فارسی محفوظ در برٹش میوزیم، ج ۲ صـ۸۰۳ ب) بلخی کی شرح کے ایک نسخہ کی کیفیت لکھتے ہوئے اسپرنگر کے مذکورۂ بالا بیان کا حوالہ دیا ہے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے، کہ ہمارے نسخہ کے سر ورق پر ایک نوٹ ہے، جس مین کسی نے کتاب کی خرید کی تاریخ ثبت کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ کتاب سنہ ۱۰۸۹ھ مین خرید ہوئی تھی، اس لئے میرا خیال یہ ہے، کہ ہمارا نسخہ بلخی کی شرح کا پہلا نسخہ (Recension) ہے، ریو کا مقصد یہ ہے کہ اسپرنگر کے نسخہ کی تاریخ ہے، تو صحیح، لیکن وہ اس شرح کی پہلی ترتیب کی تاریخ ظاہر نہیں کرتی، بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے، کہ بلخی نے اسے سنہ ۱۰۹۱ھ سے قبل تالیف کیا تھا، بعد ازان اس پر نظر ثانی سنہ ۱۰۹۱ھ مین کی، اسی لئے برٹش میوزیم کے نسخہ کو ابتدائی نسخہ قرار دینا چاہئے،

ٹراپٹے (فہرست کتب فارسی، انڈیا آفس نمبر ۹۹) نے بھی اسپرنگر اور ریو کے نسخون
طے کیا ہو کہ اول الذکر کا مخطوطہ نسخۂ ثانی کی تاریخ تالیف ظاہر کرتا ہے، اور ثانی الذکر
ید سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے، کہ شرح مذکور کی پہلی ترتیب ۱۰۸۹ھ سے قبل عمل مین آئی تھی
انُی وناف نے (فہرست کتابخانۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ل۔ ۴۶۹، مطبوعہ ۱۹۲۴ء)
خ تالیف تسلیم کرکے، دوسری فہرستون کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے،
حیرت ہو کہ ڈاکٹر اسپرنگر جیسے خوردہ بین نقاد نے مذکورۂ بالا الفاظ تاریخ، زہے
ی کو شرح مخزن اسرار کی تاریخ تالیف کیون قرار دیا، اور اس سے زیادہ تعجب
یٹے کی اس خوش اعتقادی پر کہ ان دونون نے اسپرنگر کے بیان کو کس طرح
ین سے کسی کی سمجھ مین یہ نہ آیا، کہ یہ تو کسی شرح گلستان سعدی کی تالیف کی تاریخ
رنے صحیح کہا ہے :

خشت اول چون نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج،

رنگر کے متبعین اوس کے قول کو نہ مانتے، تو انھین برٹش میوزیم کے نسخہ کی تاریخ
لی مین کسی تاویل کی ضرورت نہ پڑتی، کاش یہ محققین یورپ جن کا قلم اسلامیات
شر بران کا کام کرتا ہے، شرح کے اوراق مین تاریخ تلاش کرتے، اور دیکھتے، کہ
ھی اپنے زمانہ کی طرف اشارہ کیا ہے یا نہین،؟ اگر وہ ایسا کرتے تو بہیم غلطی مین

ق کے مطالعہ کرنے سے اسکی تالیف کا زمانہ ہی نہین، بلکہ سال بھی معلوم ہو جاتا ہے
رح مین لُجّی نے جابجا اپنے معاصرین کا تذکرہ ایسے لفظون مین کیا ہے، جن سے اونکی تصنیف
ہوتی ہے، نیز ایک جگہ سلیمانی سنہ مین اور دوسری جگہ ہجری سنہ کے ذریعہ سال

بھی ظاہر کیا ہے، سب سے پہلے ہم یہ چاہتے ہین، کہ اوس کے عصر سے متعلق بیانات کا جائزہ لین،

(۱) شرح کے دیباچہ مین لُجّی نے خواجہ نظامی کے کلام کے اشکال اور حسن قبول پر مولانا مغیث الدین ہانسوی کی کتاب، بدائع الحکایات کے مندرجۂ ذیل اشعار سے استدلال کیا ہے، وہ لکھتا ہے :-

"چنانچہ غواص لآلی نظم و نثر، افضل العصر مولانا مغیث الدین[1] ہانسوی (ہانسہ) کہ درین عصر بعلم وفضل بے نظیر و در معانی و بیان بے بدل بودہ، در بدائع الحکایات گفتہ :

بنزد شناسندۂ مثنوی   ازانہاست این نکتۂ معنوی
کہ کس گام در رتبۂ سیر او   نزد، نی نظامی و نی غیر او
نظامی کہ استاد این شیوہ بود   دلش طوبی فضل را میوہ بود
بہ بسیار گفتن مگر جہد داشت   کہ آمیزش موم با شہد داشت
سخن را تصفح بغایت نکرد   بسنجیدہ گفتن کفایت نہ کرد
ولی چون بمنطق قبولیش بود   ہمہ خارہایش رطب می نمود
خدا کردہ بودش قبولی عطا   کہ از زیر آن بر نیاید خطا
خدا پردہ پوش است در ہر دلی   نمود آنچہ بودش خطا مشکلی،
ولی بعض ابیات یا نیمہ   کہ عقل است دروی سراسیمہ
آزان ہاست، حقا کہ آب حیات   شود زندہ زو گر بزیر دممات
اگر جم دفتر نبود ی مراد   سخن را ہمہ دادہ بود داست داد"

(ص۲، شرح مطبوع)[1]

---

[1] اس عبارت کی تصحیح مین مطبوعہ اور قلمی نسخے دونون سے کام لیا ہے، یہان اس امر کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہی، کہ مطبوعہ مین شاعر کا نام مولنا معین الدین ہانسوی اور کتاب کا نام بدیع الحکایات درج ہے، اور پانچوین شعر مین بجائے "تصفح" کے "تفحص" لکھا گیا ہی،

مولانا مغیث ہانسوی یا مغیث الدین ہانسہ، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی (متوفی ۷۵۷ھ)
عاصر ہیں، یہ بہت تیز طبع شاعر تھے، ایک روز شیخ نصیر الدین چراغ دہلی پر قوال سے یہ شعر
کر وجد طاری ہوگیا:

جفا بر عاشقان گفتی نخواہم کرد ہم کردی — قلم بر بیدلان گفتی نخواہم راند ہم راندی

مغیث نے یہ قصہ سن کر ایک رسالہ لکھا جس میں اس شعر کے مطلب سے بحث تھی، اور شیخ
ض کیا تھا، کہ انھوں نے کیوں اس لغو شعر پر سر دُھنا،

اخبار الاخیار (ص ۹۳ مطبع احمدی دہلی ۱۲۷۰ھ) میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے، اور
الاصفیاء (۳۴۳) میں مفتی غلام سرور لاہوری نے اس واقعہ کو تفصیل لکھا ہے،
تذکرہ مصنفین دہلی (ص ۱۸) میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے بالفاظ ذیل مغیث کا
ہے:

"در ہمان جزو زمان (عہد فیروز شاہ تغلق مراد ہے) مغیث ہانسوی نیز شخصے بود کہ بعالم
فضیلت نسبتی داشت، در بیان صنائع وبدائع رسالہ دارد، اما مشہور نیست، و ذکر ازین مرد
نیز در ذکر شیخ نصیر الدین محمود رفتہ است۔"

مولانا حکیم عبد الحی صاحب مرحوم نے نزہۃ الخواطر (ص ۱۶۹) میں مغیث کو فیروز شاہ خلجی
۹۵ھ) کا معاصر قرار دیا ہے، یہ سہو ہے، اسلئے کہ انھوں نے اپنے بیان کی سند میں
دہلوی کے مذکورۂ بالا رسالہ کا حوالہ دیا ہے، اور اس میں مغیث کا تذکرہ مطہر کڑہ کے
ہے، جو بالاتفاق فیروز شاہ تغلق کے دربار کا شاعر ہے،
بہر حال بلخی اس کو افضل العصر کا خطاب دیتا ہے، "اور درین عصر بے نظیر" بتاتا ہے جس سے
لنا درست ہے کہ بلخی کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری ہے،

(۲) مخزن اسرار کے شعر:

مرکب این بادیہ دین است وبس — چارۂ ایں کار ہمین است وبس

کی شرح میں بلخی لکھتا ہے،:

"وعزیزی از خدمت شیخ الاسلام رکن الحق والدین ابو الفتح قدس اللہ سرہ العزیز بسماع
دارد کہ الخ" (ص ۳۳۳ نسخہ نمبر ۴۰ و ۴۰، ۳ نسخہ نمبر ۵۹ و ص ۳۱ نسخہ مطبوعہ)

میری رائے میں یہ شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی نہیں ہیں جنھوں نے ۷۳۵ھ میں انتقال
فرمایا ہے، بلکہ خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید شیخ رکن الدین جعفر ہیں، تذکروں میں انکی کنیت
مذکور نہیں، اسلئے بعض بزرگوں کو رکن الدین ملتانی مکنی بابی الفتح کا گمان ہوگا،
بہر حال شارح ان کا قول اپنے کسی دوست یا عزیز کی زبانی روایت کرتا ہے جس سے
یہ خیال کرنا بیجا نہیں کہ خود شارح ابو الفتح کے عہد سے قریب ہے، اور عادۃً ایسا کم دیکھا گیا ہے
کہ جو شخص کسی صدی کی ابتدا میں فوت ہوچکا ہو، اس کے شاگرد دوسری آنے والی صدی میں ہوں
اسلئے یہ نتیجہ بعید از قیاس نہیں کہ شارح آٹھویں صدی میں موجود تھا،
ان کے ماسوا شرح میں ضیاء الدین نخشبی (متوفی ۷۵۱ھ) مولنا حمید الدین قلندر (متوفی ۷۶۹ھ)
ملک احمد بن امیر خسرو اور مولانا خواجگی (متوفی ۷۱۹ھ) کا بھی ذکر ہے، اور چونکہ کتاب میں کسی ایسے
شخص کا حوالہ نہیں ہے، جو آٹھویں صدی میں موجود نہ ہو، اس لئے ہمارے اس خیال کو مزید تقویت بہم
پہنچتی ہے، کہ بلخی آٹھویں صدی کا عالم ہے،
تذکرۂ معاصرین کے بعد ایسے بیانات کا جائزہ لینا چاہئے، جن میں سنین کا ذکر آیا ہے،

مخزن کے شعر:

ملک سلیمان مطلب، کان کجا است — ملک ہمان است سلیمان کجا است

…ھا ہے:

…ہ مہتر سلیمان علیہ السلام تا این وقت دو ہزار و دوبست و ہفتاد و یک سال گزشتہ

…ورق ۱۲۳ اب۔ "نسخہ قلمی نمبری ۶۰ و ۱۲۲، الف نسخہ نمبری ۵۹)

…جۂ ذیل کی شرح میں سنہ ہجری لکھا ہے:

…این ملک یساری نبود، در رہ این خاک غباری نبود

…ین وقت کہ از ہجرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم ہفصد و نود و پنج سال است الخ"

(نمبر ۵۹ ورق ۱۴۰ اب و ۶۰ ص ۵۲ اب و صفحہ ۱۸۵ نسخہ مطبوعہ)

…نہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے، کہ شرح مخزن اسرار بلخی ۷۹۵ھ یا اسکے

…ہے،

…ایک ستم ظریفی ظہور الحسن صاحب کی ملاحظہ فرمائیے، سابق اقتباس مین بلخی نے سلیمان

…لی جو مدت ظاہر کی تھی، اس مین آپنے تغیر فرمایا ہے، اور لکھتے ہین:۔

…ا سلیمان علیہ السلام تا این وقت یکہزار و دویست و ہفتاد و پنج سال

…تہ است" (ص ۱۳۹)

…ینا چاہئے تھا کہ اگر سلیمانی سنہ کو وہ جون کا تون چھوڑ دیں گے، تب بھی اتنا

…ہے، کہ اسکی غلطی کو پکڑے، انھین تو دوسری عبارت کا ۷۹۵ھ بدلنا تھا، مگر

…ین نہ پڑا، چنانچہ مطبوعہ نسخہ مین یہ مقام ان کی غمازی کے لئے علی حالہ باقی ہے،

…تو تحقیقِ یورپ کے بیانات کی غلطی ظاہر ہوتی ہے، اور دوسری طرف یہ ثابت

…ب ۱۲۷۵ھ مین نہیں، بلکہ اس سے صدیون پہلے ۷۹۵ھ مین تالیف ہوئی تھی،

(باقی)

علیت اور انسانی آزادی

الف۔ ۱۹ ویں صدی کا ڈراؤنا خواب

از پروفیسر معتقد ولی الرحمن صاحب مرحوم

مرحوم معارف کے پرانے مضمون نگار تھے، اپنی وفات سے چند دن پیشتر انھوں نے مضمون اشاعت کے لئے بھیجا تھا، لیکن ابھی اسکی نوبت نہ آئی تھی، کہ گذشتہ مارچ میں خود مرحوم کی کتاب زندگی کا ورق آخر ہو گیا، اس لئے حسرت و افسوس کے ساتھ معارف کے صفحات میں آج مرحوم کی یہ آخری قلمی یادگار پیش کی جاتی ہے۔

"م"

ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ آج کل کے ماہرین طبیعیات "جبر و اختیار و قدر" کی پرانی بحث پر نئے سرے سے غور کر رہے ہیں۔ اس بحث میں، بہ قول ایڈنگٹن اب تک تو معلوم ہوتا تھا کہ طبیعیات بہت شد و مد کے ساتھ تقدیر کی طرف دار ہے" لیکن اب، خود اسی کی رائے میں طبیعیات "شد و مد کے ساتھ "نہیں تو کم از کم فیصلہ کن طور پر اختیار (ارادے کی آزادی) کی حامی ہے۔ وہ کہتا ہے: سائنس کے نقطۂ نظر سے ایک نئی صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔ نظریۂ قدر[1] کی وجہ سے طبیعیات اب کسی جبری قانون کے نظام کی پابند نہیں رہی"۔ عوام پر اس قسم کے بیانات کے دور رس اثرات کی دلچسپ مثال اس ریویو میں ملتی ہے، جو مسز ڈگس ڈیل[2] کی کتاب، سوانح اے، جے، بالفور، پر ٹائمس لٹریری سپلیمنٹ، بابت ۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ سیاسی میدان میں بالفور کی تلون مزاجی پر بحث کرتے ہوئے ریویو کرنیوالا سوال کرتا ہے:

MRS. DUGSDALE [2] QUANTUM THEORY [1]

ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا آدمی جس کی زندگی اس طرح مسلسل نہ ہو، ایک ہی وقت میں
ض بھی ہو، اور محترم بھی؟" اسکے خیال میں اس کی توجیہ اس افتراض سے کی جاسکتی ہے
اپنے آپ کو بالفور کے مطابق بنالیا، اور یہ کہ زمانہ آخر کار اس ترقی کرنے والے ذہن کے
جو اتنا عرصہ اس کے آگے رہا۔" جمہور کی نگاہوں میں بالفور کی وقعت کی اس تبدیلی کی جو توجیہ ان
گئی ہے، اس کی صحت یا غلطی سے ہمیں سروکار نہیں، ہماری موجودہ بحث کے لئے اس
پ بات یہ ہے کہ ریویو کرنے والے نے اپنے نظریہ کی تائید میں سائنس کی موجودہ ترقی
ے۔ اس نے نہایت متانت سے دعوی کیا ہے کہ "حقیقت یہ ہے کہ جدید زمانہ کی
ے اس کی کچھ تائید ہوتی ہے۔ اب اس کے سامنے فطرت میں احتمال کی شہادت ہے۔
ے جس میں علت ومعلول کے تشفی بخش قوانین جاری نہیں رہے، لہذا اب اس کے نزدیک
فکر ہم کرتے ہیں، اس سے یہ اشیأ متاثر ہوتی ہیں، ہمارا فکر جس قدر معین ہوتا جاتا ہے اسی قدر
وتی جاتی ہیں۔ اگر یہ خیال صحیح ہے، تو معاصر عقلی دنیا پر ایسے ذہن کے اثرات کی کیا حدود
ہیں، جو آرتھر بالفور کے ذہن کی طرح، زوردار ہے، جامع الکل ہے، مفتش ہے اور متشکک
ں شبہ نہیں کہ یہ قدری طبیعیات پر مبنی سائنٹیفک فکر کا حیرت انگیز استعمال ہے۔ بعد کے
واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ انسانی افراد کے ایک دوسرے پر عمل کے نظریہ کی
ب بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔

یں کلام نہیں کہ قانونِ علت[1] ومعلول (یہ انیسویں (19) صدی کا بہت دل پسند جملہ ہے) کا یہ پہلو
سفی مزاج ماہرین کی بحثوں میں بہت نمایاں ہے۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ایک زمانہ
کے ماہرین ہم سے کہا کرتے تھے کہ "آزاد ارادہ (اختیار) ایک دھوکا ہے۔ ہم جو کچھ بھی کرتے

LAW OF CAUSATI

ہیں، مجبوراً کرتے ہیں۔ اگر ہم برے ہیں تو بہ مجبوری برے ہیں، اور اگر ہم نیک ہیں تو یہ کوئی فخر کی بات نہیں" اب آج کل بالعموم فرض کیا جاتا ہے کہ یہ تمام نتیجے قبل از وقت تھے، اور یہ کہ اگر حیاتیات کے ماہرین ہم کو آزادی اور اختیار سے محروم ماننے پر مجبور تھے، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ مادے کی ساخت سے پوری طرح واقف نہ تھے، اب ہمارے زمانہ میں طبیعیات کے ماہرین ہماری مدد پر کمر بستہ ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ اگر کوئی برقیہ[1] آزادی کے ساتھ نقل وحرکت کرسکتا ہے، تو ایک انسان بھی ذہنی نقل وحرکت اور اپنے ارادے میں یقیناً "آزاد ہے۔ آزاد ارادے کے وجدان کے حقوق کا یہ اعلان کسی نہ کسی طرح اس بات پر مبنی ہے کہ یہ وجدان سے مختلف ایک چیز ہے۔ یہ دراصل طبیعیات کے ماہر کے دقیق ترین علم کے مطابق شعور کی نجات ہے۔ بہر حال اس اعلان کے ساتھ ساتھ اب یہ بھی ہوا ہے کہ عام پڑھا لکھا شخص طبیعیات کے ماہر کو اس قابل بھی سمجھتا ہے کہ وہ اسے بتائے کہ اگر کوئی شخص ۱۱ر اگست ۱۹۹۹ء کو ایک خاص مقام سے سورج کو دیکھ رہا ہو، تو اس کا تجربہ کیا ہوگا، اور یہ کہ اگلی عالمی جنگ میں غیر مصافی شخص کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

یہ صورتِ حال بہت عجیب وغریب ہے۔ ایک طرف تو سائنس، حیاتی کیمیا[2]، فعلیات اور طبیعیات کے ماہرین پر ہمارا اعتماد برابر بڑھ رہا ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ یہ ہمیں بتائیں کہ ایک نئی بہتر دنیا کے لئے کیسے مردوں اور کیسی عورتوں کو پیدا کرنا چاہئے، اور یہ کہ اگر ہم ان کے مشوروں پر عمل نہ کریں گے تو ہمارے اخلاف کا کیا حشر ہوگا۔ دوسری طرف یہ معلوم کرکے ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے کہ طبیعیات کا ماہر گزشتہ چند برسوں کی بہ نسبت اب آج کل کم یقین کے ساتھ جانتا ہے، یا جان سکتا ہے، کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ سائنس بالعموم، اور مخصوص سائنسوں کے بالخصوص ماہروں کو جو رتبہ آجکل دیا جارہا ہے، وہ بہت حیرت انگیز ہے۔ عام پڑھے لکھے شخص ان کو علم کا مخزن اور کائنات کے روحانی

Bio.CHEMISTRY [2] ELECTRON [1]

...خیال کرتے ہیں۔ یہ سب، یا ان میں سے بعض، عرصہ سے عباے پیغمبری کے متمنی ہیں۔
...تو ہم نے ان کو پیغمبر بنا ہی دیا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں دینیات کے عالموں کا دعویٰ تھا کہ عالم
...کے متعلق وہی لوگ زیادہ ادعا کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں۔ لیکن اب آج کل یہی علماء سائنس
...کے غاشیہ بردار ہیں، جو سائنس کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ صورتِ
...ی سے خالی نہیں۔

...ت، کپلر، گلیلیو اور نیوٹن کی تحقیقات نے جبری قانون کے نظام کی بنیاد رکھی، اور اس
...ین صدیوں تک طبیعیات کے ماہرین بلا چون وچرا تسلیم کرتے رہے، طبیعیات کی تمام
...کے مطابق یا اس پر موقوف تھی کہ مادے کی حرکتیں بعض قابلِ تحقیق قوانین کے مطابق
...اگر ایک محدود وقت (یہ کتنا ہی قلیل ہو) کے متعلق ہم کو کافی معلومات حاصل ہیں، تو
...ند صورتوں کو دریافت کر لینا نظراً ممکن ہے۔

...اس کے عقیدوں پر اس عظیم الشان نظریہ کا اثر بہت کم ہوا۔ خیال یہ تھا کہ اس جبری
...ف مادے پر ہو سکتا ہے۔ اور حقیقت میں بھی اس کا اطلاق بے جان مادے پر ہی کیا گیا۔
...سے بالاتر مانا گیا اگرچہ غالباً کسی کو بھی صاف علم نہ تھا کہ اس برتری کا سرچشمہ یا اسکی وسعت کیا ہے۔
...کے حیاتیاتی نظریہ کی آمد سے ایک بڑا تغیر یہ پیدا ہوا کہ انسان کی برتری کا خاتمہ ہو گیا۔ عوام
...اور عبادت گاہوں کے اجتماعوں کو معلوم ہونے لگا کہ بعض سائنٹفک نظریئے ایسے
...جو ان کے مذہبی اور اخلاقی عقیدوں کے منافات ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم نہایت اطمینان
...کہ عام لکھے پڑھے شخص کو جو دلچسپی نظریۂ قدر کے ساتھ ہے وہ اس یقین کا نتیجہ ہے کہ "جبر و
...پر اس نئی روشنی پڑتی ہے۔ اس کے نزدیک اصول عدمِ تعین[1] اس نظریہ کو مختصراً بیان

---

[1] PRINCIPLE OF INDETERMI...

کرتا ہے۔ اس بحث کی طرف عام لوگوں کی توجہ گزشتہ صدی کے دوسرے نصف میں ارتقائی حیاتیات کے عروج کی وجہ سے منعطف ہوئی۔ اصل انواع کے متعلق ڈاروِن کے نظریہ کو طبعی انتخاب کا نام دیا گیا۔ اس نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتقائی حیاتیات اس عقیدہ کے تسلیم کر لئے جانے پر مبنی ہے کہ انواعِ حیوانات جن میں انسان بھی شامل ہے طبعی قوانین کے مطابق پیدا ہوتی اور بڑھتی ہیں۔ ڈاروِن کے عقیدوں کو ہکسلے نے بہت رواج دیا۔ اس کا ایمان تھا کہ "قانون کی حکومت کو میکانکی اور کیمیائی مظاہر سے حیاتیاتی ترقی کے مظاہر تک پھیلایا جا سکتا ہے، اور اس طرح انسانی افراد کی ذہنی زندگی بھی اس کے دائرہ میں لائی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کے مشہور ترین لکچروں میں سے ایک لکچر سے کچھ جملے نقل کرنے مناسب ہوں گے۔ یہ لکچر اس نے ۸ نومبر ۱۸۶۸ء کو ایڈنبرا میں "زندگی کی طبعی بنیاد" کے عنوان سے دیا۔ وہ اپنے سننے والوں کو قائل کرنا چاہتا تھا کہ جو نخزمایہ[1] "بعض نباتات کے سادہ حیاتی افعال" کی بنا ہے، وہ "بعینہ وہی ہے، جو کسی حیوان کا ہے، بلکہ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ یہ نخزمایہ کسی اور حیوان کے نخزمایہ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے"۔ اس طرح یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ "ہر حیاتی فعل ..... اس نخزمایہ کی سالماتی[2] قوتوں کا نتیجہ ہے، جو اس فعل کو ظاہر کرتا ہے"۔ اس نے دعویٰ کیا: "جن خیالات کا اس وقت میں اظہار کر رہا ہوں اور انکے متعلق جو خیالات آپکے ذہن میں آ رہے ہیں، وہ سب زندگی کے اس مادہ میں سالماتی تغیرات کا نتیجہ ہیں، جو ہمارے دیگر حیاتی مظاہر کا سرچشمہ ہے"۔ اس نے فخریہ کہا کہ وہ مادی اصطلاحات استعمال کر رہا ہے "اتنا ہی فخر اس کو اس بات پر تھا کہ وہ "اس مادی فلسفہ کا ابطال کر رہا ہے" جس میں بہت سی سنگین غلطیاں ہیں"۔ اس کا اصرار تھا کہ "صحیح منطق مادی اصطلاحات اور مادی فلسفہ کے ابطال کے اس اتحاد کی متقاضی ہے"۔ اس اصرار میں ایک نکتہ تھا۔ اس نے بیان کیا کہ "میرا ارادہ یہ تھا کہ میں آپ حضرات کو حیاتی مظاہر کے میدان سے گزار کر اُس مادی دلدل کی طرف لے جاؤں،

---

[1] Protoplasm، [2] Molecular

ت اس وقت اپنے آپ کو پھنسا ہوا پاتے ہیں۔ اس کے بعد میرا منشا تھا کہ میں
وں جس سے آپ میری رائے میں اس دلدل سے نجات پا سکتے ہیں" یہ راستہ
ہم یہ تسلیم کرلیں کہ ہم "علت و معلول کے متعلق سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتے کہ
ب و تسلسل کی ایک خاص ترتیب کا دوسرا نام ہے"۔
نظر اس قدر عجیب و غریب، اس قدر نیا، اور اس کے ہم عصر ماہرینِ سائنس کے
ے کہ یہاں اس خطبہ کا اہم حصہ نقل کر دینا مناسب ہوگا،

ے متعلق ایک خیال تو یہ ہے کہ یہ مادی سالمات کی ایک خاص ترتیب کا دوسرا
ے متعلق پرانا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ہستی، بہ نام آر کے اوس[1]، ہر جاندار جسم کے اندر
ہتا ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ ان دونوں عقیدوں میں سوائے
رق ہے کہ اور جگہوں کی طرح یہاں بھی مادے اور قانون نے روح اور خودروئی[2]
س طرح یہ امر یقینی ہے کہ ہر مستقبل ماضی و حال سے پیدا ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی
وز مانہ کے فعلیات مادے اور قانون کے حدود کو اتنا وسیع کر دینگے کہ یہ پورے
ں کے مساوی ہو جائیں گے۔
ں یہ ہے کہ اس بڑی سچائی کا شعور آج کل کے بہترین دماغوں کے لئے ایک
ہے۔ یہ لوگ اس چیز کی ترقی سے جس کو وہ مادیت سمجھتے ہیں، ویسے ہی ڈرے
اس پر ان کو ویسا ہی بے بس غصہ آتا ہے، جیسے کہ اس وحشی کو اس وقت
سورج گہن کے وقت سورج کی سطح پر چاند کا سایہ پھیلتا ہوا دکھتا ہے،

Spontaneity .۲ Orc

معلوم ہوتا ہے کہ مادے کی بڑھتی ہوئی موج ان کی روحوں کو ڈبو دیگی۔ اور قانون کی سخت
گرفت ان کی آزادی کو جکڑ دے گی، ان کو اندیشہ ہے کہ کہیں انسان کی اخلاقی فطرت عقل
کی اس ترقی کی وجہ سے کم قیمت نہ ہو جائے"۔

اس پر زور تقریر کے بعد ہکسلے خیال ظاہر کرتا ہے کہ ان ہی خوف زدہ لوگوں کو ہیوم نے یہ
کہکر چڑھایا ہے کہ "یہ ان بتوں کے سامنے دہشت زدہ ہو کر گر رہے ہیں جنکو خود ان کے ہاتھوں نے بنایا
ہے"۔ "ان بتوں کے نام "مادہ" اور "روح" ہیں" ہکسلے سوال کرتا ہے: "اس دہشت ناک چیز یعنی
"مادے" کے متعلق ہم سوائے اس کے اور کیا جانتے ہیں کہ یہ ایک نامعلوم چیز کا نام ہے، جو خود ہمارے
شعور کی حالتوں کی علت ہے"؟ پھر "اس روح کے متعلق جس کی مفروضہ تباہی پر یہ تمام ماتم ہو رہا ہے،
ہمیں سوائے اس کے اور کیا علم ہے کہ..... یہ بھی ایک نامعلوم فرضی علت یا حالت یا احوال شعور
کا نام ہے"؟ اس لئے وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ "مادہ اور روح طبعی مظاہر کے مجموعات کے خیالی طبقات
کے نام ہیں"۔

لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ چند ہی صفحے قبل ہکسلے نے نہایت وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ
"جو شخص سائنس کی تاریخ سے واقف ہے، وہ تسلیم کریگا کہ گزشتہ زمانہ میں گزشتہ زمانے سے زیادہ اب ہمارے
زمانہ میں، اس کی ترقی اس چیز کی حدود کی توسیع کے ہم معنی رہی ہے جس کو ہم مادہ اور تعلیل[1] کہتے
ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فکر انسانی کے ہر شعبے میں سے وہ چیز برابر خارج ہوتی چلی جارہی ہے، جس کو
روح اور خودروئی کہا جاتا ہے"۔ لہذا ہکسلے کی رائے میں سائنس کی ترقی "طبعی مظاہر کے مجموعات
کے خیالی طبقات" کی حدود کی توسیع کے ہم معنی تھی، ہے، اور برابر رہے گی۔ اسی کو ہکسلے "مادے

Causation .۱

سیع" کہتا ہے، اور میرا خیال ہے کہ وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ بیان ایک حد تک نامناسب ہے۔
کے تخیل کی اس پرواز کی وجہ سے اس کے دلائل کے بڑے بڑے نکتے دریافت کرنے ذرا
ہیں۔ ہم صاف طور پر نہیں بتا سکتے کہ وہ کس بات کی حمایت کر رہا ہے، اور کس بات کا
وراس کی رائے میں دوسروں نے کس بات کی حمایت کی ہے، اور کس کی مخالفت۔
باتیں صاف دکھائی دے جاتی ہیں جن پر بحث مناسب ہوگی۔ وہ اس عقیدے
کوئی "آہنی قانون" ہے جس سے انسانی افعال لازماً پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا دعویٰ
انسانی افعال کو کلیتہً فعلیاتی اصطلاحات میں بیان کیا جاسکتا ہے، یا کم از کم یہ کہ علم
ن کا یہ بیان آگے چلکر ممکن ہوجائے گا۔ اس طرح ان کو طبعی قوانین کی مثال کے طور
ہے جس عقیدے کو اس نے رد کیا ہے۔ اس کے بجائے اس نے یہ عقیدہ پیش کیا
صرف وہ باتیں بیان کرتے ہیں، جو واقع ہونگی نہ وہ جو لازماً واقع ہونی چاہئیں۔
یہ کہنا صحیح ہے کہ "ایک بے سہارا پتھر نیچے گرے گا"، اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ
لازماً نیچے گرنا چاہیئے"۔ سب کے آخر میں اس نے احتجاج کیا ہے، "لیکن جب جیساکہ
ہم "ہوگا" کو "لازماً ہونا چاہیئے" سے بدلتے ہیں، تو ہم لزوم و وجوب کا خیال
ے میں آنے والے واقعات میں یقیناً نہیں ہوتا، اور نہ ہمارے پاس کوئی
کہیں اور پالیں گے۔ میں بذاتِ خود اس بن بلائے مہمان کو رد کرتا ہوں،
تا ہوں، واقعے میں واقف ہوں، قانون کو میں جانتا ہوں، لیکن یہ لزوم و
ن کے خالی خولی سایہ کے علاوہ اور کیا چیز ہے؟

ریقہ ہے جس سے ہکسلے نے اس ڈراؤنے خواب سے نجات پائی ہے، جس جن کو اس نے
ی عقیدہ ہے کہ دنیا میں مادے، قوت اور وجوب ولزوم کے سوائے اور کچھ

نہیں"۔ لیکن اس جن کو اتارنے کے دوران میں وہ دعویٰ کرنے پر مجبور ہوا ہے کہ انسانی افعال کو کلیتہً فعلیاتی قوانین کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے جس "وجوب ولزوم" کو اس نے رد کیا ہے، اور جس پر اس نے لعنت بھیجی ہے، وہ طبعی وجوب ولزوم ہے۔ یہ بتانا غیر معمولی طور پر مشکل ہے کہ اس تردید سے ہکسلے کا منشا کیا ہے۔ چند صفحے قبل ہی اس نے اعلان کیا ہے "کہ میرے نزدیک یہ بات صحیح کی جاسکتی ہے کہ ہر چیز کو مادی اور لازمی علت کا معلول ثابت کرنا بالکل ممکن ہے: اور یہ کہ انسانی منطق یہ ثابت نہیں کرسکتی کہ انسان کا کوئی فعل حقیقتہً خودرو ہے"۔ اس فقرے میں لفظ "لازمی" کے کیا معنی لئے جانے چاہئیں؟ جب ہمیں یاد آتا ہے کہ ہکسلے کے ہاں طبعی وجوب ولزوم کا خیال بے معنی ہے تو "مادی اور لازمی علت" میں "مادی" کے ساتھ "لازمی" کو ملانا ناقابل توجیہ رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "قانون کے بالکل جائز تخیل میں لزوم کا خیال بالکل ناجائز طور پر ٹھونسا گیا ہے"۔ کسی اور جگہ اس نے بیان کیا ہے کہ اس کی "بنیاد منطقی ہے نہ کہ طبعی"۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ منقولہ بالا بیان میں ہکسلے "مادی اور لازمی علت" سہواً لکھ گیا ہے۔ بہر حال لزوم کی طبعی بنیاد سے انکار کر کے ہکسلے نے اس ڈراؤنے خواب سے خلاصی پانے کی کوشش کی ہے، جو مادے کی بڑھتی ہوئی موج کی "بڑی سچائی" سے پیدا ہوا تھا اور جس کی وجہ سے خطرہ تھا کہ کہیں ہماری روحیں اس سیلاب میں بہہ نہ جائیں۔

پھر جب ہم کو خیال آتا ہے کہ ہکسلے انسان کو ذی شعور شین سمجھتا ہے، تو مادیت سے اس کی خلاصی اور بڑا معمہ بن جاتی ہے۔ اس کا اصرار ہے کہ اس کا شمار مادیت کے حامیوں میں نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ خود اس کے قول کے مطابق "اگر کوئی ذہن ایسا موجود نہیں، جو مادے کے وجود کو متصور کر سکتا ہو، تو مادے کا یہ وجود میری سمجھ میں نہیں آتا" یہ بیان اس عقیدے کو ثابت کرنے کے فوراً ہی بعد پایا جاتا ہے کہ انسانی افراد اور دیگر حیوانات کے تمام احوال و شعور دماغی مادے کے سالماتی تغیرات سے براہ راست پیدا ہوتے ہیں۔" یہ دعویٰ موجودہ بحث کے لئے اس قدر اہم ہے کہ اس کو مکمل طور پر نقل کرنا

ب ہو گا۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیوانوں کی طرح انسانوں میں بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی
حالتِ شعور عضویہ کے مادے کی حرکات کے تغیر پیدا کر سکتی ہے۔ اگر یہ تمام دعوی بے بنیاد
نہیں، تو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہماری ذہنی حالتیں عضویے کے از خود پیدا ہونے والے تغیرات
محض شعوری علامات ہیں۔ مثلاً جس احساس کو ہم ارادہ کہتے ہیں، وہ ارادی فعل کی علت
نہیں، بلکہ دماغ کی اس حالت کی علامت ہے، جو اس فعل کی قریب ترین علت ہے، ہم
ذی شعور مشین ہیں جو "اختیار" کی بہت زیادہ غلط طور پر استعمال ہونے والی اصطلاح کے
محدود معنوں میں با اختیار بھی ہیں، کیونکہ بہت سی حیثیتوں سے ہم اپنی مرضی کے مطابق کام کر سکتے
ہیں، لیکن باوجود اس کے ہم علت و معلول کے اس بڑے سلسلے کے حصے بھی ہیں، جو غیر منقطع تسلسل
کے ساتھ اس چیز کو مرکب کرتا ہے۔ جو وجود کا مجموعہ اب ہے، پہلے تھا، اور آیندہ رہے گا۔"

ں بیان کے مطابق انسانی افراد "علت و معلول کے بڑے سلسلے کے حصے" ہیں، جن سے وجود
ب ہوتا ہے۔ یعنی کہ انسانی افراد فطرت سے تعلق رکھتے ہیں، اور فطرت مادی علتوں کا غیر منقطع تسلسل
ہنی حالتیں ان تغیرات کی شعوری علامتیں ہیں، جو جاندار عضویے، یعنی علت و معلول کے بڑے سلسلے
میں از خود پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے ارادے من جملہ ان علتوں کے نہیں۔ ارادہ دماغی حالت
امت ہے۔ ان تمام دعووں کو، نہایت یقین کے ساتھ، اس "ڈراؤنے خواب" کی مناسب بنیاد
ہے جو بقول ہکسلے، ۱۹ ویں صدی کے "بہترین ذہنوں" کو ستا رہا تھا۔ لیکن سوال ہو سکتا ہے
ت؛ ہکسلے جواب دے گا کہ شعور مادی عضویہ کا مابعدی مظہر[۵] یا حاصل[۶] ہے۔ لیکن اس کے تما

PRODUCT or EPI-PHENOMENON

ہی اس کا عقیدہ تھا کہ "اگر کوئی ایسا ذہن موجود نہیں، جو مادے کے وجود کو تصور کر سکے" تو یہ وجود ناقابلِ تصور ہے۔ اب اگر ذہنی حالتیں عضویہ کے تغیرات کی شعوری علامات ہیں، اور اگر عضویہ مادی ہونے کی وجہ سے، سوائے ذہن کے اور کوئی وجود نہیں رکھ سکتا، تو یہ معلوم کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ "ذہنی حالتوں" سے ہماری کیا مراد ہو سکتی ہے، اور یہ تصور کرنا ناممکن ہو جاتا ہے کہ ذہنی حالتوں کو اس شعور سے کیا تعلق ہے جس میں وہ جسمانی تغیرات کی علامات ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ہکسلے نے یہ دریافت کرنے کی کبھی تکلیف گوارا نہ کی کہ علامت کسے کہتے ہیں، اور نہ اس نے اس پر غور کیا کہ "اظہار" سے کیا مراد ہے۔ اگر وہ ایسا کر لیتا، تو وہ بہت سے اُن نمایاں تضادات سے بچ جاتا، جن میں وہ "ڈراؤنے خواب" سے بچنے، ذی شعور مشین کے اپنے عقیدے کے نتیجوں کو واضح کرنے، اور اس سبق کو بروئے عمل لانے کی کوشش میں گرفتار ہوا جس کو پڑھانے سے کبھی وہ نہ تھکا، یعنی یہ کہ "ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ دنیا کے جس چھوٹے سے کونے پر وہ اثر ڈال سکتا ہو، اس کو پہلے کی بہ نسبت کم مصیبت زدہ اور کم جاہل بنانے کی کوشش کرے"۔ اس فرض کو پورا کرنے کے لئے اس کے نزدیک، یہ عقیدہ ضروری ہے کہ اول' ہم فطرت کے نظام کو معین کر سکتے ہیں، اور دوم یہ کہ "واقعات و حادثات کی تعیین کے لئے ہمارا ارادہ بہت اہمیت رکھتا ہے"۔ بیس برس سے زائد گزرنے کے بعد سنہ ۱۸۹۲ء میں جب اس نے اس تقریر کو دوبارہ شائع کیا ہے، تو اس نے یہ حیرت انگیز حاشیہ اضافہ کیا" یا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ جسمانی حالت، ارادہ جس کا اظہار ہے"۔ یہ حاشیہ اس وجہ سے حیرت انگیز ہے کہ متن کے منافی ہے، حالانکہ اس کو بہ طور صحیح تر کے پیش کیا گیا ہے" اگر واقعات و حادثات کی تعیین کے لئے ہمارا ارادہ اہمیت رکھتا ہے، تو فرض کیا جا سکتا ہے کہ جسمانی حالت ارادہ کا اظہار ہے، بہ شرطیکہ لفظ "ارادہ" کا استعمال ہمارے لئے ناگزیر ہو، لیکن حاشیہ کی رو سے ارادہ جسمانی حالت کا اظہار ہے۔ اکثر اوقات ہکسلے کی زبان اسقدر پیچیدہ ہوتی ہے کہ اس کے اصلی مافی الضمیر کو معلوم کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں اتمال

ہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ انسانی جسموں کی طبعی حالتیں فطری مظاہر کے علّی اجزا ہیں۔ یہ
یقیدے کے بالکل مطابق ہے کہ ارادہ ارادی فعل کی علت نہیں، بلکہ ایک احساس
توں کی طرح جسم میں از خود پیدا ہونے والے تغیرات کی محض شعوری علامت ہے۔
دوسری شرطیں مطابقت پیدا نہیں کی جاسکتی، یعنی یہ کہ ہمارا ارادہ واقعات
یین کے لئے اہم ہے۔ یہ یقیناً بدیہی ہے، اس لئے کہ چونکہ ارادہ ایک جسمانی حالت
یہ جسمانی حالت کسی اور جسمانی حالت کا نتیجہ ہونی چاہئے۔ اور اس سے اور جسمانی
ئیں۔ "علت و معلول کے بڑے سلسلے" کا حصہ بن جائیں گی، اور اس طرح یہ وہ
مانہ آیندہ میں بننے والی ہیں"۔ اس لحاظ سے یہ بیان بے معنی ہو جاتا ہے کہ ہم اپنا
ٹے سے کونے پر اثر کر سکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہکسلے نے طبعی قانون کی کلیت پر تو
قانون کی ماہیت کو اس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ انسانی افعال بالکل انہی معنوں
ہمارا پتھر نیچے کی طرف گرنے کے لئے آزاد ہے۔

روحانی آزادی کی حمایت میں ہکسلے کو اپنا حلیف نہیں سمجھتے تو تعجب نہ ہونا چاہئے،
رادے کے اہم بننے کیلئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ اگر "مادہ" اور "روح" دونوں
ت" کے نام ہی ہیں، تو ان میں تمیز کرنے سے کیا حاصل ہے؟ تماشا یہ ہے کہ خود
ں اصطلاحات کے کھیل ہیں۔ وہ کہتا ہے: "مادی مظاہر کو روحانی اصطلاحات
طلاحات میں بیان کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مادے کو فکر کی ایک شکل
صیت سمجھا جاسکتا ہے۔ ان دونوں بیانات میں اضافی صداقت ہے"۔ یہاں
کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ اس کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اگر ڈراؤنے خواب
نے اس علت کو رفع نہیں کیا۔ "علت و معلول کا بڑا سلسلہ" وجود کے مجموعے کو

مرکب کرتا ہے، اس سلسلہ کو اندھادھند "مادہ" یا "روح" کہنے سے ان سوالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی، جو ہکسلے کے ہم عصر لوگوں کے لئے اتنے دلچسپ تھے۔ خود ہکسلے کے لئے صرف یہ اعتقاد کافی تھا کہ "ہم اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں"۔ یہ اعتقاد وہ یقیناً رکھتا تھا، اس کو یہ سوال کرنے کا کبھی خیال نہ آیا کہ اپنا فرض ادا کرنے کے تصور میں اور کیا چیز شامل ہے۔ اس نے صرف یہ فرض کر لینا کافی سمجھا کہ وہ ان معنوں میں "آزاد ارادے" کا مالک ہے، کہ "ہم جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں"۔ مختصر یہ کہ ہکسلے نے اس مسئلہ کے اصلی نکتہ کو نہ پہچانا۔ اس نے اس ڈراؤنے خواب سے ان معنوں میں خلاصی پائی کہ اس نے یہ خواب دیکھا ہی نہیں۔

ڈارون کے نظریہ طبعی انتخاب کے حامیوں میں شریک ہونے سے کچھ برس پہلے جے، ایس مل نے سوال اٹھایا تھا کہ "کیا انسانی کردار کو کسی سائنس کا موضوع بنانا ممکن ہے؟" اس کا خیال تھا کہ اگر اس کا جواب اثبات میں دیا جاتا ہے تو گویا ہم فرض کر لیتے ہیں کہ انسانی افعال بھی دیگر فطری واقعات کی طرح قابل تبدل قوانین کے تابع ہیں۔" اس بیان میں خود اس نتیجہ کو فرض کر لینے کا میلان پایا جاتا ہے جس کو ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اگر انسانی افعال "دیگر فطری واقعات" میں شمار کئے جاتے ہیں، اور تمام فطری واقعات کو ناقابلِ تبدل قوانین کے تابع سمجھ لیا جاتا ہے، تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم کو معلوم ہے کہ مل نے فطری واقعات کو ان قوانین کے تابع ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس نے پہلے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسانی افعال "ناقابلِ تبدل قوانین کے تابع ہیں" پھر اس سے نتیجہ نکالا کہ یہ افعال فطری کے سلسلہ میں شامل ہیں[1]۔

جہاں تک مجھے علم ہے مل نے کہیں بھی صراحۃً یہ بیان نہیں کیا کہ پیشینگوئی سائنس کی غایت ہے۔ لیکن اس کا اصرار تھا کہ پیشینگوئی کی قابلیت قانون قدرت کی علامت ہے، وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ قابلِ انکشاف قوانینِ قدرت موجود ہیں، اور یہ کہ ان قوانین کو یقیناً صحیح طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ قوانین

[1] ہمارا ارادہ بالکل ان ہی معنوں میں ہمارے جسمانی افعال کی علت ہے جن میں سردی برف کی، یا چنگاری بارود کے بھڑک اٹھنے کی۔" دیکھو منطق، کتاب سوم، باب پنجم، بند دوم۔

قوانین علیہ ہیں۔ مل کی رائے میں علی تعلق ایسا تعلق ہے، جو ہمیشہ باقی رہے گا، نہ کہ جو
باقی رہا ہے۔ لہذا یہ تعلق غیر مشروط ہونا چاہئے، یعنی اسکو تمام قابل تخیل حالات میں پایا جانا
ان معنوں میں لزوم کے خیال کو شامل ہوتا ہے کہ اس میں ایک غیر مشروط اور ناقابل
ن کیا جاتا ہے۔ یہ سوال کہ انسانی افعال لازم و واجب ہوتے ہیں۔ اس سوال کے برابر
فعل اور اس واقعہ میں جس سے کہ یہ فعل پیدا ہوتا ہے، کوئی غیر مشروط تعلق پایا جاتا ہے؟
کہتے ہیں کہ تمام انسانی افعال لازماً پیدا ہوتے ہیں، تو ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ اگر
تو یہ یقیناً پیدا ہوں گے۔" مل فرض کرتا ہے کہ یہ پیشنگوئی نظری طور پر ممکن ہے کہ "کیا
کہ جس بات کی پیشنگوئی ہوئی ہے، وہ یقیناً پیدا ہوگی، بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بعض
نگوئی ہوسکتی ہے، اور بعض کی نہیں لیکن مل استدلال کرتا ہے "جو شخص ہمارے محرکات
دی اثر پذیری سے واقف ہے، وہ پیشنگوئی کرسکتا ہے کہ ہم کیا کرنے کا ارادہ کریں گے"۔
ان واقعات کی محض تاویل، یا ان کی شبیہ ہے جو ہر شخص کے معائنہ میں آتے ہیں
ینہ کرنا چاہے۔ اس کے متعلق تمام شبہات واقعات کی پیچیدگی کا نتیجہ ہوں گے، یا پھر
افعال کے مقدمات، یعنی فاعل کی سیرت اور اس کے محرکات کو معلوم کرنا بہت دشوار
ں کی ہے، نہ کہ اصول کی۔

ہے کہ انسانی افعال لازمی ہوتے ہیں، بہ شرطیکہ ہم "لازمی" کے صحیح معنی لیں ہم کو اس
سمجھنا چاہئے کہ "مقدم اور تالی" میں کوئی ربط ہے، یا یہ مقدم تالی پر کوئی پراسرار جبر استعمال
یہ غلط عقیدہ کہ "علتیں اپنے معلولات کو کسی پراسرار رابطہ سے کھینچتی ہیں"، اس خیال
کہ انسانی افعال لازمی ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں "الف" "ب" کی علت ہے۔

CAUSAL

کی غلط تحلیل انسانی افعال کے متعلق صحیح عقیدے کی تردید کا باعث ہوئی ہے۔ غلط عقیدہ یہ ہے کہ "ہم اپنی سیرت کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔" صحیح خیال یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہم اپنی سیرت کو بدل سکتے ہیں۔ یہ خواہش اس فعل کا مقدمہ ہے جس سے کہ فعل بطور معلول پیدا ہوتا ہے، انسانی افعال کی تعلیل کے متعلق مل نے تین عقیدے بیان کئے ہیں: پہلا عقیدۂ لزوم ہے، جو صحیح معنوں میں سمجھا جائے یہ خود اس کا عقیدہ ہے، اسکو اس نے "فلسفیانہ لزوم کا عقیدہ" کہا ہے۔ دوسرا عقیدۂ لزوم ہے جسکے غلط معنی لئے جاتے ہیں، اس میں اور تقدیر کے عقیدے میں تمیز مشکل ہے، اس عقیدے کا یہ دعویٰ غلط ہے، کہ کوئی اور قوت نہ کہ ہم خود اپنی سیرت کو بناتے ہیں، لہذا اگر ہم اسکو بدلنا چاہیں تو بھی نہیں بدل سکتے ہم تقدیر و قسمت کے خلاف خواہ مخواہ لڑتے ہیں، مل کا اصرار ہے کہ اسکا عقیدہ انسانوں کو کسی اور کا غلام نہیں بناتا، تیسرا عقیدہ آزادارادہ (اختیار) کا ہے، اس عقیدے کے مطابق انسانی افعال آزاد ہوسکتے ہیں، اور جب یہ آزاد ہوتے ہیں تو یہ بلا علت ہوتے ہیں، اس لحاظ سے ایک آزاد فعل ہکسلے کے معنوں میں خود رد ہوتا ہے، مل اس عقیدہ سے متفق نہیں، لیکن اس کا خیال ہے کہ اس میں صداقت کا وہ حصہ شامل ہے، جو لفظ لزوم کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے، یعنی خود اپنی سیرت کی تشکیل میں ذہن کی طاقت تعاون"۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسانی فعل کے متعلق مل کا عقیدہ بالکل صاف ہے، تاہم اس نے ہکسلے کی بہ نسبت زیادہ صفائی سے یہ دیکھ لیا تھا کہ قانون حکومت کی توسیع، کم از کم بہ ظاہر ان حالات کے متعلق عوام کے خیال کے منافی ہے جنہیں اخلاقی فعل ممکن بناتا ہے، جس طریقہ سے اس نے منافات کو رفع کرنے کی کوشش کی وہ موجودہ بحث کیلئے بہت سبق آموز ہے، مل کو یہ دکھا دینا کافی معلوم ہوا کہ مقدم اور تالی، محرک اور فعل کے درمیان کوئی پوشیدہ رابطہ، یا کوئی مخصوص تعلق نہیں۔ ایک اہم جملہ میں مل نے بیان کیا ہے: "اگر لزوم میں اس قسم کا رابطہ فرض کیا جاتا ہے، تو یہ عقیدہ نہ صرف انسانی فعل پر، بلکہ بیجان اشیاء پر بھی قابل اطلاق نہیں، یہ کہنے کی بہ نسبت کہ ذہن پر لزوم مسلط ہے، یہ کہنا صحیح تر ہوگا کہ مادہ پر لزوم مسلط ہے"۔ اس طرح مل نے اس نتیجے پر پہنچا کہ ذہنی واقعات اور طبیعی واقعات دونوں میں ایک ہی طرح کا تعلق پایا جاتا ہے، اور دونوں صورتوں میں مساوی صحت کے ساتھ اس تعلق کی پیشنگوئی کی جاسکتی ہے۔

تلخیص وتبصرہ

ترجمہ سے متعلق شیخ عنایت اللہ صاحب دہلوی کے خیالات،

...ی سطرون مین اردو زبان کے مایۂ ناز مترجم اور ممتاز ادیب محترمی جناب شیخ عنایت اللہ صاحب ...ن (سابق ناظم دارالترجمہ حیدرآباد دکن) کے ارشادات گرامی درج کئے جاتے ہین جو انھون نے راقم حروف ...تعلق بطور پند ونصیحت عطا کئے ہین، موصوف کے اس قسم کے خیالات آج سے گیارہ ...باد دکن کے کسی رسالہ مین شائع ہوئے تھے، مگر ان کا بیان ہو کہ وہ نہ چھپنے کے برابر ...ا، لطف وکرم انھون نے راقم سطور کے استفادہ کی غرض سے ان خیالات پر پھر ...، ہم موصوف کے بے حد شکر گذار ہو کر ذیل مین ان خیالات کو معارف کے ناظرین ...کرتے ہین،

...آئیڈیل کیا ہونا چاہئے،؟

...درحقیقت کسی چیز مین کمال کے ایک ذہنی تصور یا نمونے کا نام ہے، ذہن مختلف ...کے نمونے بھی ان مین مختلف ہین، ترجمے کے آئیڈیل کی دو صورتین میرے ذہن مین ہین ...وگ بالخصوص یورپ کی درس گاہون کے تعلیم یافتہ اصحاب ترجمہ کا کمال اس مین سمجھتے ...ا ہو بلکہ ایک ہی لفظ کی جگہ ایک ہی لفظ ہو، فقرون کی نحوی ترکیب بھی جہان تک ممکن ہو، انگریزی ...ین مین اردو کے قواعد صرف ونحو سے بھی کہین کہین قدم ڈگ جائے تو مضائقہ نہین،

انگریزی دانی ایسی اردو کے سمجھنے کے لئے کافی ہے، اور یہی وہ راستہ ہے جو منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہو، اور یہی وہ طریقہ ہے جو کمزور اردو زبان کو توانا و طاقتور بنا سکتا ہے، بغیر اس کے اردو ایک علمی زبان نہین بن سکتی، یہ لوگ اردو کو اپنی طرف سے اصلاح کا مستحق سمجھکر مغربی علوم کی قربان گاہ پر اسے ذبح کرنا کار ثواب جانتے ہین، مگر بہرکیف ان کا یہ آئیڈیل ایسا ہے کہ ظاہر ہے وہ کیسا ہی تکلیف دہ ہو، مگر کہین نہ کہین اسے ماننا ضرور پڑتا ہی،

(۲) دوسرا آئیڈیل ترجمہ کا یہ ہے کہ اپنی عبارت مین کسی حال مین بھی ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، یہ آئیڈیل پہلے آئیڈیل کو اپنی زبان کی تخریب وتحقیر کا موجب قرار دیتا ہی، پاؤن پھیلانے مین چادر کو اتنا نہین تاننا چاہئے کہ چادر پھٹ جائے، اس دوسرے آئیڈیل کے ماننے والون کے نزدیک ایسی کتابون کے ترجمون کا جو مطلقاً اصطلاحی علوم کی نہین ہین، بہترین طریقہ یہ ہے کہ انگریزی فقرہ کا مفہوم بالکل صحیح طور پر سمجھا جائے، اور پھر اس مفہوم کو اپنی زبان مین اس طرح ادا کیا جائے کہ عبارت شروع ہی سے اپنی زبان کی لکھی ہوئی معلوم ہو اور جو ادبی محاسن اصل مین موجود ہین، وہ حتی الامکان اردو ترجمے مین بھی ہون، یہ کام اکثر موقعون پر نہایت دشوار ہوتا ہے، غیر زبان کے بعض مفہوم ایسے ہوتے ہین کہ ہزار کوشش کیجئے، مگر جس صورت مین وہ سمجھ مین آئے ہین، بعینہٖ اسی صورت مین اپنی زبان مین یا تو ادا نہین ہوتے، اور اگر ادا ہو بھی جائین، تو ان کی طرف سے اطمینان نہین ہوتا، بہرکیف دشواریان سخت ہین، اور ان کی وجہ ظاہر ہے، انگریزی زبان مین جو صدہا برس کی منجھی ہوئی زبان ہے، الفاظ کی کثرت اور ہر چیز کو منطقی اسلوب پر بے کم وکاست آسانی سے بیان کرنے کی ایسی ترکیبین موجود ہین، جو ہماری زبان مین نسبتہً کم ہین، اس آئیڈیل کے ماننے والے اردو کو کچھ شیشے کا ایک ظرف سمجھتے ہین، جو زیادہ گرم یا سرد پانی بھرنے سے ٹوٹ جانے کا اندیشہ رکھتا ہے، یہ لوگ اپنی زبان کی پاسداری مین مفہوم مین خفیف سی کمی بیشی پیدا ہو جانے کو بھی بڑا گناہ نہین سمجھتے،

واس سے اردو عبارت کی شان میں کوئی فرق نہ آتا ہو،

میرے خیال مین پہلے آئیڈیل میں بعض امور کی پابندی سے بالخصوص اصطلاحی علوم مین مثلاً ریاضی
س، قانون وغیرہ مین گریز کرنا عبث ہے، دوسرا آئیڈیل ایسی کتابوں کے ترجموں میں پیش نظر رکھنا
ی ہے جن کا ادب سے زیادہ تعلق ہو، مثلاً تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ کی بعض شاخین اور سیرت وغیرہ،
ترجمہ کے اچھے برے ہونے کا اندازہ دو طریقوں سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ صرف ترجمہ پڑھے
جائیے، اگر مطلب صاف سمجھ مین آرہا ہے، بیان کی خوبی اور قوت دونوں چیزین عبارت
موجود ہین، اور اس کا علم بھی ہے، کہ ترجمہ پڑھ رہے ہین، تو ایسے ترجمہ کی تعریف بے اختیار
منہ سے نکلیگی اور وہ اچھا ترجمہ کہلائے گا، اور اگر بیان مین کوئی خوبی نہین ہے اور عبارت میں بے ربط
غیر مانوس الفاظ، کریہ الصوت جملے، حل طلب ترکیبین ہون، تو ترجمہ خواہ اصل مفہوم سے
ں قریب ہو، خراب ترجمہ سمجھا جائے گا،

دوسرا طریقہ اندازہ کرنے کا (اور خدا اس سے پناہ میں رکھے) یہ ہے کہ ترجمہ کا اصل سے مقابلہ
کئے جائے، اس طریقہ مین دو زبانون کے فرق کی وجہ سے مشکل سے کوئی ترجمہ ایسا نظر
آئے جس مین اعتراض کی گنجایش نہ نکلتی ہو، اس صورت مین ایک مدرسہ کا لڑکا بھی ایک عالم
پر حرف گیری کرسکیگا، اور یہ حرف گیری ایسی ہوگی جس کا جواب دینا مشکل ہو جائیگا،
ترجمہ کی خوبی اور خرابی کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ماہرین فن کا قول قول فیصل سمجھا جاسکتا ہے،
بات کو دیکھ سکتے ہین، کہ اچھے ترجمہ مین نہ تو زبان محاورے سے گری ہے، اور نہ مصنف
کا خیال چھوٹا ہے، عام ناظرین کو جب ترجمہ کے سمجھنے مین ذرا بھی مشکل پیدا ہوگی، تو وہ فوراً
مترجم دونوں پر لعنت بھیجیں گے، بڑا کمال ترجمے کا یہی ہے، کہ وہ اپنے مفہوم کا واضح اثر
پیدا کرے، اور یہ نقش حتی الامکان اصل زبان کے نقش کے مطابق ہو،

مترجم کا فرض ہے کہ وہ اصل کا صحیح مطلب سمجھکر اسکو اپنی زبان مین صفائی اور سلاست سے بیان کرے، اور جہان تک ممکن ہو مطلب سے نہ ہٹے، اور اپنی زبان کی خوبیوں سے بے پروا نہ ہو، اس طرز پر ترجمہ کرنے مین بڑی مشکلات ہین، انگریزی سے اردو کے ترجمہ مین مترجم کو جو چیز سب سے زیادہ پریشان کرتی ہے، وہ انگریزی زبان کے (Subjectives ، Adverbs) اور Adverbs اور ایک ہی فقرہ مین جملہ کے ساتھ جملہ جوڑ کر بہت دور جاکر خبر نکالنے کی مشکل صورتین ہین، اردو نوعمر اور کم مایہ زبان ہے، اس میں اسم و فعل جسقدر قریب ہوگا، اسی قدر زبان فصیح ہوگی، جس قدر ضمیرین کم آئین گی، اسی قدر مطلب جلد سمجھ مین آئے گا، بار بار پیچھے مڑکر دیکھنا نہ پڑے گا، جدید طرز کی انگریزی مین بھی لمبے فقرون سے پرہیز ہونے لگا ہے لیکن پرانے انشا پردازون کے ہان فقرون کا طول قیامت خیز ہوتا ہے، اور اب بھی اگر ضرورت ہو تو اس سے پرہیز نہین،

ایسی صورتون مین مترجم کا یہ کام ہے کہ وہ فقرون کو اس کے اجزا مین تحلیل کرے، پھر اپنے قواعد کے مطابق ان مین سے چند کو جوڑ کر جہان جڑ سکیں، اور چند کو جو نہ جڑ سکین انھیں مستقل فقرے بناکر ترجمہ کرے، درخت بھی ہے، اور درخت کی بہت سی شاخین بھی ہین، پورا درخت مع شاخون کے اپنی زبان مین نہیں اترتا، اسلئے بعض شاخون کے علحدہ پودے لگانے پڑتے ہین، مترجم کی خوبی اس مین ہے کہ یہ پودے درخت ہی کے سایہ مین اس طرح رہین، کہ اسکی شاخین معلوم ہونے لگین، اس طرح آپ مطلب صاف کردین گے، اور نہ مصنف کو آپ سے شکایت ہوگی، اور نہ ترجمہ پڑھنے والے کو، مگر اس طرز کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان پر پوری قدرت ہو ورنہ بیجا کمی بیشی اور غلط فہمی از بس ممکن ہے،

اس کے علاوہ مترجم کے لئے ایک بات اور نہایت ضروری ہے، اکثر دیکھنے مین آیا ہے،

...ں کا جو کیے بعد دیگرے آئے ہیں، صحیح ترجمہ ہو گیا ہے، لیکن جو ربط دونوں فقروں میں ...ن ہے، وہ ترجمہ میں پیدا نہیں ہوا، یہ ترجمہ کا سخت عیب اور مترجم کی نالائقی سمجھی جاتی ...ی سی توجہ سے دوسرے فقرے میں لفظوں کے الٹ پھیر سے یہ عیب رفع ہو سکتا ہے، اسی ...پیراگراف کو دوسرے پیراگراف سے جہاں تعلق ہو اپنی زبان میں بھی ان کے متعلق کرنے ...ہ کیجئے، اور اس خیال کی طرف جس کے سلسلہ میں دوسرا پیراگراف آیا ہے، کچھ اشارہ ...روع کیا جائے، یہ زیادتی نہ ہو گی، بلکہ ضرورت ہو گی، ضمیروں پر بھروسہ نہ کیا جائے ...ی بہت کم متحمل ہے، انگریزی مصنف اپنی زبان پر قادر ہے، مترجم کو بھی وہی قدرت ... اس سے غفلت نہ کرنی چاہئے، مطلب اس کا ہے، زبان اپنی ہے، اس لئے ...رے طور پر مصنف کے ہم خیال نہ بن جائے گا، اس کے مفہوم کو بیان کرنے سے ...ترجمہ میں محنت سے جی چرانا اور بے پروائی کرنا گناہ ہے،

...ی ایسی خامیاں ہیں، جن کی وجہ سے ترجموں کو پڑھکر سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے، گو ...زبان میں ہوتا ہے، مگر جب تک زیادہ غور نہ کیجئے، مصنف کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا ...تضیع اوقات کے بعد جب سمجھ میں آیا تو معلوم ہوا کہ اس میں تو کچھ بھی نہ تھا، یہ بات ...ی آسانی سے کہی جا سکتی تھی، مگر ہمیشہ یہ کھٹک بھی آپ اپنا اطمینان نہیں کر سکتے، اگر ...ت آسان کرکے کہدی ہے، تو مصنف کا کچھ مطلب ضرور چھوڑ دیا ہے، درخت کی ...ی تصویر بنائی رہ گئی، بہر کیف اگر ترجمہ پڑھنے والے کو مطلب کے سمجھنے میں زیادہ ...ی، تو وہ اُسے ناواجب زحمت سمجھکر مترجم کو الزام دیگا، چھوٹی باتوں کو بڑا ...ں زیادہ کوشش کرنا اور بڑے مطلبوں کو ادا کرنے میں صرف انگریزی الفاظ کی ...بارت کو چیستان بنا کر اپنا پیچھا چھڑانا درست نہیں ہے، اگر مترجم خود مطلب

نہیں سمجھا ہے، تو پھر ترجمہ کرنا سراسر بے ایمانی ہے، اگر سمجھ میں آگیا ہے، تو اسکو صحیح صحیح بے تکلف ادا کرنا لازمی ہے، اگر مترجم کو اپنی زبان پر قدرت ہے اور وہ ایک بات کو کئی طرح بیان کر سکتا ہے، تو یہ کام آسان ہے ورنہ اسکے برابر کوئی مشکل اور عبث چیز نہیں، جہاں مطلب سمجھ میں آجائے، وہاں مصنف کے زور بیان سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں، ترجمہ میں مترجم زبان کے فرق سے قطع نظر کرکے مصنف کا درجہ رکھتا ہے، جو چیز میں سمجھ گیا، وہ چیز میری ہو گئی، پھر انگریزی عبارت کے خوف سے اپنی زبان بگاڑنے کی ضرورت نہیں،

تھوڑی سی ذہانت اور جرأت سے ترجمہ کے بہت سے عیب رفع ہو سکتے ہیں، یہ جرأت مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے، خواہ آپ کیسے ہی ماہر فن ہوں مگر کسی خاص کتاب کا ترجمہ شروع کرنے سے پہلے اسکے مضمون سے ضرور طبیعت کو آشنا کر لیجئے، اس مضمون پر اور کتابیں کبھی مشکل اور کبھی آسان مل جائینگی، ضرورت اسکی ہو گی کہ بہت سا وقت ان کے مطالعہ میں صرف کیجئے، جب مضمون سے آپ مانوس ہو جائیں گے، اور اس پر قدرت ہو جائیگی، تو پھر ترجمہ کے وقت مصنف کے منہ سے بات نکلتے ہی آپ سمجھ جائیں گے، کہ آگے کیا کہنا چاہتا ہے، اس وقت آپ کو ترجمہ کرنا آسان ہو جائے گا، اور جو کچھ لکھئے گا، اس میں صحت، روانی اور بے تکلفی پیدا ہو جائیگی، کسی کتاب کا ترجمہ تاوقتیکہ اس موضوع پر اور دوسری کتابیں پڑھکر تھوڑی بہت قدرت حاصل نہ کریں، ہرگز شروع نہ کیجئے، مطالعہ اور مطالعہ بھی زیادہ، اچھا ترجمہ کرنے کے لئے ضروری شرط ہے،

تاریخ کے ترجمہ کا مجھے کسی قدر تجربہ ہے، اسکی نسبت یہ عرض ہے، کہ جس ملک کی تاریخ کا ترجمہ کیجئے، جب تک اس کا جغرافیہ اور جغرافی نقشہ سامنے نہ رکھ لیجئے، ترجمہ شروع نہ کیجئے، میں کبھی کسی تاریخ کا ترجمہ اپنے اطمینان کے قابل نہیں کر سکا، جب تک کہ شہروں، قلعوں، پہاڑوں اور دریاؤں کے موقعے نقشے میں نہ دیکھ لے، آپ کی اس زحمت سے آپ کے ترجمے کے پڑھنے والے کو

نفع نہین پہنچا، لیکن ترجمہ مین آپ کو مدد مل گئی، اور وہ اس طرح کہ طبیعت بند نہ رہی،
چھٹ گیا، واقعات اس طرح قلم سے نکلنے لگے جیسے چشم دید ہون، اب یہ نہ رہا، کہ
پر سوار ہے، راستہ جانتا ہے، اور مترجم پیدل راہ سے ناواقف ہے، اب مضمون
مگر یہان یہ خوف ہے، کہ آپ مصنف سے آگے نہ نکل جائین، اور اپنی معلومات
سے بھی زیادہ نہ لکھ جائین، ایسا ہوگا، لیکن جب دوبارہ فقرے پر غور کیجئے گا، تو
ناظ، مضمون کو صحیح بیان کر دینے کے لئے ترجمہ میں کافی ہوجائیں گے، اسی طرح
ریزی عبارتون مین علم کی کثرت کی وجہ سے زیادہ آتی ہین، ترجمہ کرنے سے پہلے
کر کے اچھی طرح سمجھکر ذہن مین رکھئے، اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ترجمہ کے وقت
اس طرح بیان کر جائین گے، کہ پڑھنے والے کو مطلب سمجھنے مین دقت نہ ہوگی،
ٹ حاشیہ پر یا متن مین یا عبارت ہی کے سلسلہ مین ایک آدھ فقرہ خطوط ہلالی مین
ر دے گا،

کھنے کو کبھی دل نہ چرائیے، یہ بہت بڑی خطا ہے، ڈکشنری دہن بکار آمد نہین ہوتی؛
معلوم ہون، بلکہ اچھے لفظ کی تلاش میں بار بار نا امید ہونے کے بعد بھی
، انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے مین ذیل کی کتابون کو دیکھنا لازمی ہے،
انگریزی سے انگریزی مین، تاکہ انگریزی لفظ کے تمام معنون پر عبور ہو جائے، (۲)
سے اردو مین، تاکہ اردو لفظ معلوم ہو، (۳) انگریزی سے فارسی اور عربی کے
شنری مین جو فارسی یا عربی لفظ آئے ہین اور کام کے نہیں معلوم ہوتے، ان کے
ت الفاظ دیکھے جائین، ممکن ہے کہ کوئی لفظ ڈھنگ کا مل جائے، فارسی اور عربی
ے مین اچھی مدد مل جاتی ہے، (۴) تلمیحات کی ڈکشنریان، قصص الاصنام جو لغت

کی صورت مین لکھے گئے ہین، بیوگرافیکل ڈکشنریان، تاکہ تاریخی لوگون اور مشاہیر کے حالات معلوم ہو سکین،
(۵) انسائیکلوپیڈیا، جس سے نمبرہ کے بہت سے عقدے حل ہوتے ہین، مگر سب نہیں، (۶) اٹلس نئے
اور پُرانے مشہور شہرون کے خاکے اگر کسی پرانے شہر کا ذکر آیا ہے (۷) مشہور تعمیروں کا اگر ذکر آیا ہے
تو ان کی تصویرین جہان کہین ملین ضرور دیکھئے، انگریزی مصنف تاریخون مین بہت کچھ نقشون اور تصویرون
کی مدد سے عبارتین اس طرح لکھ جاتے ہین، کہ اصل صورت سامنے آجاتی ہے، پھر جس قدر محنت مصنف
نے کی ہے، مترجم کو چاہئے کہ اتنی ہی زحمت خود بھی گوارا کرے،

جس مضمون کی کتاب ترجمہ کرنی ہے، اس مضمون سے متعلق دوسری کتابون سے کما حقہٗ
واقفیت پیدا کرنے میں کاہلی، فقرے کا صحیح مفہوم سمجھنے، لفظ کے صحیح معنی معلوم کرنے یا مناسب لفظ کی
تلاش مین سستی مترجم کو نالائق ثابت کر دیگی، اور اگر مطلب سمجھنے مین غلطی کی ہو تو پھر مرتے دم تک اسکی بدنامی سے
چھٹکارا نہیں، اگر ہزار فقرے صحیح ترجمہ کئے ہین، اور ایک فقرے کا مطلب غلط سمجھ لیا تو یہ ایک غلطی ہزار
صحتون پر بھاری ہوگی، اور بے درد معترض مترجم کی لیاقت کا اندازہ ہمیشہ اسی غلطی سے کریگا، ایسی
غلطیوں سے مترجم کو ڈرنا اور بچنا چاہئے، ایک منٹ کی غفلت سے مہینون کی محنت غارت ہو جائیگی،
مگر اچھے سے اچھے مترجمون سے بھی یہ ہو جاتا ہے، غیر معاف کر دیتے ہین، مگر اپنا دل معاف
نہین کرتا،

ترجمہ مین جلدی نہ کیجئے، مگر پیٹ ایسی بُری بلا ہے، کہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے، جو لوگ ترجمہ
کے پیدائشی مریض ہین، وہ ایک ایک فقرے کے سوچنے میں کئی کئی دن صرف کر دیتے ہین، ترجمہ کے
فقرون کو بار بار کاٹ کر فقرے کی بہتر شکل پیدا کر دیتے ہین، اور پھر بھی اطمینان نہین ہوتا، اور کام تو
مشق سے آجاتے ہین، مگر ترجمہ مین مشق کے بعد بھی ہنوز، روز اول کا مضمون رہتا ہے، بعض ذہین مترجم
جن کی قوت گرفت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ترجمہ صاف لکھتے چلے جاتے ہین، فقرہ دیر مین لکھتے ہون

ی ضرورت نہین ہوتی، یہ تین صورتین ہین، لیکن میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جب تک ایک بار ترجمہ
ی ترجمہ کو از سرِ نو عبارت کے ربط اور فقرون کی روانی کا پورا لحاظ کرکے خود صاف نہ کرے
ے اور اچھا نہین ہوتا، جلدی مین اکثر یہ خرابی پیدا ہوتی ہے، کہ انگریزی کے فقرے اکثر
ہین، پہلی مشکل تو یہ ہوتی ہے کہ انھیں کہان سے شروع کرے، پھر ایک ہی فقرے مین
تے ہوتے ہین کہ اگر ذرا بھی عجلت کی تو بے ربطی کے علاوہ کوئی نہ کوئی بات چھوٹ بھی
ر گو مترجم اپنا فقرہ درست کرنے کے بعد مطمئن ہوگیا ہو، لیکن ترجمہ ناقص رہتا ہی، اور نقاد
اپنا غصہ اُتارنے کے لئے اچھا موقع ملتا ہے،

رنے کے بعد اس کو پڑھئے، جن کو زیادہ اصلاح منظور ہوتی ہے، وہ اکثر کمرہ بند کرکے زور
ہین، پڑھنے مین جہان زبان اٹکتی ہے، سمجھ لیتے ہین، کہ خامی ہے، اس پھانس کو نکالنے
ہین، میرے ایک معزز استاد نے ایک مرتبہ نصیحت کی تھی، کہ فقرے کی آواز درست
ب بھی درست ہو جائے گا، یہ نصیحت زیادہ تر بکار آمد اس وقت ہوتی ہے، جب
ی مین خود اپنی طرف سے انسان کوئی بات کہتا ہے، ترجمہ کے ساتھ یہ اصول ہمیشہ
ں جہان تک ترجمہ کی زبان کا تعلق ہے، اس نصیحت کا ضرور خیال رکھنا چاہئے،

بالعموم آسان کام سمجھا جاتا ہے، جو لوگ اردو کی مشکلون سے واقف نہین ہین، وہ
ل نویس سے زیادہ کرنے کو ایک ناواجب سی بات سمجھتے ہین، مگر ترجمہ آسان کام
وص انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرنا اور ایسا ترجمہ کرنا کہ وہ ایک مستقل تصنیف معلوم ہو
ہے، انگریزی اور اردو زبانون مین کچھ ایسا اختلاف ہے، کہ اسے بیان کرتے بن نہین
ی اور یورپ کی اور زبانون مین اتنا فرق نہ ہو، اور وہان ترجمہ کرنا آسان کام ہوا
ین معلوم ہوتا، کیونکہ انگلستان کے ایک بڑے عالم کا قول ہے کہ اپنا ہی خیال اپنی

زبان مین صحیح طور پر خوبی سے بیان کرنا مشکل ہے، چہ جائیکہ غیر کا خیال غیر زبان مین کیا ہوا اپنی زبان مین ادا کرنا،" اس عالم کو اگر اردو اور انگریزی کا فرق معلوم ہوتا، تو شاید وہ اپنے اس قول مین اور بھی زیادہ قوت پیدا کرتا، ترجمہ کی نسبت یہ بھی کسی کا قول ہے اور بہت صحیح ہے، کہ ترجمہ ایسی محنت ہے، جو کسی کے شکریہ کی مستحق نہین، مگر یہ مقولہ مترجم کی ہمدردی مین کہا گیا ہے، مگر اس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ شکریہ کا مستحق دراصل مصنف ہے، مترجم کا کام صرف اس کو دوسری زبان مین منتقل کرنے کا ہے، اور یہ کوئی بڑا کام نہین، مگر میرا خیال یہ ہے کہ جہان ایک قوی زبان سے کمزور زبان مین خیالات منتقل کرنے کی خدمت کسی کے سپرد ہوتی ہے، تو یہ خدمت تصنیف سے بھی اکثر مقامات پر چہار چند دشوار ہو جاتی ہے، مترجم کو مصنف سے بھی زیادہ وقت اور دماغ صرف کرنا پڑتا ہے، اور مترجم کی خدمت ایک علمی خدمت ہو جاتی ہے نقل نویسی نہین رہتی، مترجم کو کم و بیش وہی مدارج طے کرنے پڑتے ہین، جو مصنف نے اپنی تصنیف کو پیدا کرنے مین کئے ہین، بشرطیکہ وہ اپنے ترجمے کو اپنی زبان مین وہی عزت بخشنی چاہے، جو انگریزی زبان مین انگریزی کتاب کی ہے، میرا خیال ہے، کہ جو لوگ ترجمہ کو آسان سمجھتے ہین، اون کو یا تو ترجمہ کا تجربہ نہین، یا علم کی قدر نہین مترجم شکریہ کا مستحق نہ ہو، لیکن اگر دنیا مین مترجم نہ ہوتا، تو روے زمین پر علم کی چھوٹی اور دریا تو بہتیرے ہوتے، مگر ان کو ملا کر علم کا بحرِ نا پیدا کنار بنانے والا کوئی نہ ہوتا، "ص ع"

نفسیاتِ ترغیب

کسی انسان کو کسی کام یا چیز یا تحریک کے لئے ہم کیونکر آمادہ کر سکتے ہین، اور اس کو ترغیب اور شوق دلا سکتے ہین، اسکے نفسیاتی اصول کیا ہین، اس کتاب مین انہی اصول کی تشریح ہے، تجارت اشتہارات اور تقریر و وعظ مین ہر جگہ ان اصول کی رعایت کی ضرورت ہے،

ضخامت ۲۱۱ صفحے، قیمت :- ۱۲/

"مینجر"

اخبارِ علمیہ

ہندوستان کی گرمی مین ٹھنڈک

...دیجی کے ایک مقالہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان مین گرمی سے بچنے کے لئے پہاڑون
...صدی کے آغاز سے شروع ہوئی، کوہ نور اور اوٹاکمنڈ سب سے پہلے آباد ہوئے،
...ننگ نے پٹیالہ کے مہاراجہ سے پہاڑ کا وہ علاقہ خریدا جہان آجکل شملہ آباد ہے،
...تے ہی انگریزون نے یہان بنگلے بنانے شروع کئے، لیکن جب تک ریل سے آمد
...س پیدا نہیں ہوئی تھین، پہاڑ گرمی کے موسم مین صحیح طور پر تفریح گاہ نہین بن سکے
...یز پہاڑ پر نہیں پہونچ سکتے تھے، وہ بڑے بڑے پنکھون کے نیچے ہی اپنے کو گرمی
...تھے، ان کے بنگلے کا فرش گوبر سے لپا ہوتا تھا، تاکہ گرمی اس میں جذب ہوتی
...مکان کی کھڑکیون مین سیپ لگی ہوتی تھی، جس سے کمرے لُو سے
...۱۸۴۰ء تک برف کا کوئی کارخانہ ہندوستان مین قائم نہیں ہوا تھا، اور
...نگریز امریکہ سے برف منگایا کرتے تھے، امریکن ایجنٹ اکتوبر اور نومبر مین برف
...یارک اور بوسٹن کی کمپنیون کو بھیج دیتے تھے، جہان سے یہ کمپنیان برف
...جہازات ہندوستان ایسے وقت روانہ کرتین، کہ وہ یہان اپریل اور مئی مین پہنچ
...بندرگاہون سے خاص قسم کی ریل گاڑیون مین برف مختلف مقامات کو بھیجی جاتی

تھی، تین سو روپیے مین ایک ٹن برف ملتی تھی، ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیان کلکتہ اور بمبئی مین برف کے کارخانے قائم ہوئے اسوقت سے برف ہندوستان مین عام ہوگئی،

تیموریون کے عہد مین پہاڑ تو آباد نہین ہوئے، لیکن گرمی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کی تدبیرین کی گئین، انھون نے دریاؤن اور جھیلون کے کنارے محلات بنائے، جن مین نہرون کے ذریعہ مختلف حصون مین پانی پہونچایا کرتے تھے، محل کے ارد گرد کشادہ اور گھنے باغ ہوتے تھے جہان فوارے بکثرت بنائے جاتے تھے، باغ کی سرسبزی اور شادابی اور فوارون کی پھوہارون سے گرمی کی شدت بڑی حد تک کم ہوجاتی تھی، محل کے اندر باؤلیان بھی ہوتی تھین، اور کمرہ کے نیچے یں جابجا حمام ہوتے تھے، اور کھلی ہوئی چھتون کے فرش سنگ مرمر کے بنائے جاتے تھے تاکہ وہ شام کے وقت جلد ٹھنڈے ہوجائین، کھڑکیون مین منقش جالیان بنی ہوتی تھین، جن سے آفتاب کی شعاعون کی تمازت کم ہوتی رہتی تھی، ان تمام تدابیر کے باوجود گرمی کی زیادتی ہوتی، تو شاہی خاندان کشمیر منتقل ہوجاتا، کشمیر تو اکبر کے عہد ہی مین فتح ہوگیا تھا، لیکن نورجہان کے ہاتھون سے جنت ارضی بن گیا، نورجہان نے اس دور دراز سفر کو خوشگوار بنانے کی غرض سے جابجا کاروان سرائین بنوائین اور ان مین خوشنما باغات لگائے، چنانچہ دلکش، حسن ابدال، بنجور، ویری ناگ کے پرفضا باغ اور سرائین اب بھی اسکی یاد تازہ کرتی ہین،

بابر اور ہمایون پانی شورہ سے ٹھنڈا کیا کرتے تھے، جہانگیر اوسے استعمال کیا کرتا تھا لیکن شاہجہان کے عہد سے ہمالیہ کے پہاڑون سے آگرہ اور دہلی مین برف برابر پہنچا کرتی تھی، ہمالیہ کے علاقہ کے باجگذار حکمران خراج مین برف ہی ادا کرتے تھے، اور وہ "برفی راجہ" کہلاتے تھے، یہ برف کشتیون پر راوی ہوکر لاہور اور جمنا ہوکر دہلی پہونچتی تھی، منوچی کا بیان ہے کہ سرمور کے راجہ نے اورنگزیب کے عہد مین دہلی کے تمام باشندون کے لئے برف مہیا کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا بشرطیکہ اس سے

...کر دیا جائے، مگر اور نگزیب نے اس کو قبول نہیں کیا،

ریڈیو کی ابتدا

...ے چھیالیس سال پہلے مارکونی نے جب ریڈیو ایجاد کیا، تو اسکی آواز شروع مین
...پھیل سکی، لیکن ایک سال کے اندر ہی آواز کو ڈیڑھ میل تک پہونچانے مین کامیابی
...ے ہی عرصہ میں مارکونی نے دریاے برسٹل اور سومرسٹ کے درمیان دس میل
...ی، اور اسی زمانہ مین پہلی دفعہ برطانیہ کے بحری حکام نے لاسلکی کو استعمال میں لانے کی
...لہء مین ٹرینٹی مین لاسلکی لگایا گیا، اور دار العوام کے اراکین کے سامنے اسکی آواز کا
...زیرۂ وائٹ سے ملکہ وکٹوریہ نے اسکاٹلینڈ اپنے ولی عہد کے پاس کچھ پیغامات بھیجے،
...پیغامات سے، اسی سال لاسلکی کے ذریعہ سے خبرین بھی مشتہر کی گئین،

تیمور کا مقبرہ

...ایک خبر ہے، کہ روسی ماہرین آثار قدیمہ نے تیمور کے مقبرہ کو کھول دیا ہی، تیمور کی قبر
...قدمین ہی، جس کا برج نیلے رنگ کی کاشیکاری کا ہے، اور اپنی صنعت کے لحاظ سے
...نمونہ سمجھا جاتا ہی، قبر کا تعویذ ایک بہت بڑے سالم سنگ یشب کا ہے، اتنے بڑے
...کی مثال کہین اور نہین ہی، ماہرین آثار قدیمہ نے اس پتھر کو ہٹا دیا ہی، اس کے نیچے ان کو
...ایک تابوت ملا ہی، جس میں انکا بیان ہی کہ تیمور کے پوتے الغ بیگ کی لاش ہی، یہ لاش
...ہوئی ہی، اور اچھی حالت مین ہی، مگر لاش کا سر جسم سے علحدہ ہی، اسلئے ان ماہرین آثار
...اس سے یہ خیال کہ الغ بیگ اپنے بیٹے کے ہاتھون قتل ہوا صحیح ثابت ہوتا ہی،

"ص ع"

...بیان صحیح نہین، کیونکہ تیمور کے مقبرہ میں ایک بزرگ میر سید جو تیمور کے دوست تھے دفن ہین

مطبوعات جدیدہ

واقعاتِ اظفری مترجمہ جناب عبد الستار صاحب منشی فاضل تقطیع بڑی ضخامت ۳۰۲ صفحے، کاغذ سپید دبیز ٹائپ بہتر قیمت مرقوم نہیں، غالباً مدراس یونیورسٹی سے ملے گی،

یہ کتاب عرصہ ہوا ریویو کے لئے آئی تھی، لیکن ہم کو اب اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ ایک تیموری شاہزادہ مرزا علی بخت بہادر میر محمد ظہیر الدین المتخلص بہ اظفری گورگانی کی تصنیف ہے، شاہزادۂ مذکور اورنگ زیب کی پوتی نواب عفت آرا بیگم کے نواسے اور شاہ عالم ثانی کے ہم جد اور ان کے زمانہ مین تھے، علمی فضیلت کے اعتبار سے تیموری خاندان کے ممتاز ترین افراد مین تھے، اردو اور فارسی کے علاوہ عربی اور ترکی مین بھی مہارت رکھتے تھے، انگریزی بھی جانتے تھے، اردو فارسی اور ترکی تین زبانون مین صاحب دیوان تھے، ان کے علاوہ اس زمانہ کے تمام مروجہ علوم مین دستگاہ حاصل تھی، متعدد کتابون کے مصنف بھی تھے، تیموری خاندان کے دور زوال کی رسم کے مطابق تاج و تخت کے دعوی کے خطرہ سے شاہ عالم ثانی کے زمانہ مین نظر بند تھے، قلعہ کی چار دیواری مین ان کی نشو ونما ہوئی، غلام قادر روہیلہ کے ہنگامہ میں انھون نے بڑی جانفروشی دکھائی، اسکے صلہ مین شاہ عالم نے بہت کچھ وعدے کئے، رہائی کی امید دلائی، لیکن کسی کا ایفا نہین کیا، رہائی سے مایوسی کے بعد مرزا علی بخت ہندوستان کے راجاؤن اور امرا سے خفیہ خط وکتابت کرکے ۱۲۰۳ھ مین قید سے نکل بھاگے، اور جے پور، جودھپور، اودے پور، رامپور اور بریلی ہوتے ہوئے لکھنؤ پہونچے، ان سب مقامون کے راجاؤن اور نوابون نے شاہزادہ کے شایانِ شان خدمت و مدارات کی، جے پور

ب سنگھ نے تخت شاہی بنواکر پیش کر کے شاہ عالم کے مقابلہ مین کھڑا کرنے کی کوشش
بخت آمادہ نہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران مین ہندوستان کے متعدد امراء نے اپنے
رخواست کی لیکن شاہزادہ نے لکھنؤ کو پسند کیا، یہ نواب آصف الدولہ کا زمانہ تھا،
رن ہاتھ لیا، اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھہرایا، اور شاہزادۂ موصوف اپنے
لی سے بلاکر لکھنؤ مین مقیم ہو گئے، سات سال تک یہان قیام رہا، نواب آصف الدولہ
دوسرے ارکان و عمائد نے خدمت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا، لیکن مرزا علی بخت
والی حیدر آباد اور امیر الہند والاجاہ اول والی مدراس سے بڑی امیدین تھین، اس لئے
دکن روانہ ہو گئے، اور مرہٹون کی بدامنی کی وجہ سے بہار، بنگال، اور اڑیسہ کے
ں پہونچے، والاجاہ نے شایان شان پذیرائی اور خدمت کی، اور مرزا علی بخت نے اپنے
نؤ سے بلاکر یہیں مقیم ہو گئے، اور یہیں ۱۲۳۴ھ میں انتقال کیا "واقعات اظفری"
ت کی روداد ہے، اس میں قلعہ معلی کی قید سے نکلنے کے وقت سے مدراس کے قیام
جو جو واقعات پیش آئے، اور ہندوستان کے ہندو اور مسلمان امراء اور رؤسا نے
دارات و خدمت کی، ان سب کی پوری تفصیل ہے، اس طرح یہ کتاب اس عہد
ن تاریخ بھی ہے، اور سفرنامہ بھی، اظفری کی سوانح حیات بھی ہے، اور ہندوستان
کا تذکرہ بھی، اور اس عہد کی تہذیب کا مرقع بھی، یوں تو پوری کتاب نہایت
لومات سے پُر ہے، خاص طور سے وہ عرضداشتیں بہت اہم ہین، جو سفر کے
امراء اور رؤسا کی جانب سے اظہار عقیدت کے لئے شاہزادہ کی خدمت میں
ں سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اس زمانہ مین بھی جب کہ تیموری خاندان کا جاہ و جلال
ستان کے امراء مین اسکے شاہزادون کا کیا مرتبہ تھا، اور وہ کس خادمانہ حیثیت سے

ان سے پیش آتے تھے، اصل کتاب فارسی زبان مین ہے، اس کے قلمی نسخے کمیاب ہین، لائق مترجم نے مدراس یونیورسٹی کے نسخہ سے اس کا ترجمہ کیا ہے، اور مولوی محوی صاحب صدیقی نے اسکی اصلاح و ترمیم کی ہے، اور کتاب پر مفید مقدمہ اور حواشی لکھے ہین، ترجمہ صاف اور سلیس اور کتاب دلچسپی اور معلومات دونون حیثیتون سے پڑھنے کے لائق ہے،

فلسفۂ رہبانیت

مؤلفہ جناب مرزا عزیز فیضانی صاحب، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۴۶۴ صفحے، کاغذ سپید، کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد عہ، پتہ:- مرزا محبوب عالم، شبلی روڈ اسلامیہ پارک، لاہور،

ترک دنیا کے متعلق غلط اور غیر اسلامی تصور نے تصوف اور طریقت کے نام سے دینی عقائد و اعمال اور اسلامی زندگی مین جو بدعتین پیدا کر دی ہین، اور مذہب و اخلاق اور اسلامی زندگی پر اسکے جو بُرے اثرات مترتب ہوئے ہین، اس کتاب مین حدیث و سنت کی روشنی مین اسکی پوری تردید کی گئی ہے، کتاب اپنے موضوع پر بہت جامع ہے اور رہبانیت یا غیر اسلامی تصوف کے مفاسد کا کوئی پہلو چھوٹنے نہیں پایا ہے، چنانچہ رہبانیت کی حقیقت، اسکی تاریخ اور اوس سے دینی عقائد و اعمال، اجتماعی زندگی، دنیاوی کاروبار، انسانی آداب و اخلاق اور تہذیب و معاشرت میں پیدا شدہ تمام دینی اور دنیوی مفاسد کی جزوی تفصیلات پر بحث کر کے ان کی پوری تردید کی گئی ہے، اور ترک دنیا اور اس سے تعلق کے بارہ مین صحیح اور معتدل اسلامی تعلیم کو پیش کیا گیا ہے، قدیم صوفیائے کرام اور ائمۂ اسلام ابن تیمیہ، ابن قیم، حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے اکابر اور مصلحین کی تصانیف مین اس موضوع پر مفصل مباحث ہین، لائق مؤلف نے حسب ضرورت اس میں اور اضافہ کر کے یہ مفید کتاب لکھی ہے، لیکن مباحث میں جا بجا غیر ضروری تطویل ہے، اور کہیں کہین آیات قرآنی اور احادیث نبوی مین کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہین، کتاب اپنے مباحث کے اعتبار سے پڑھنے کے لائق ہے،

سیاسیات ، مؤلفہ جناب ہارون خان صاحب شروانی صدر شعبہ تاریخ
جامعہ عثمانیہ تقطیع چھوٹی ضخامت ۶۰۰ صفحے ، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت
مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی ،

سیاسیات مؤلف کی مشہور کتاب ہے ، اس کا پہلا اڈیشن ۳۱ئہ میں چھپا تھا ، ادھر
ست کی دنیا بہت کچھ بدل گئی تھی ، اس لئے ۳۹ئہ مین لائق مؤلف نے اس مین
افے کرکے اس کو دوبارہ مرتب کیا ، اس کے دو حصے ہین ، پہلے حصہ مین مملکت کی
سیاسی نظریے اور فلسفیانہ مباحث ہین ، دوسرے حصہ مین مملکت کے نظام اسکے
سی ہیئت کی تفصیل ، اور مملکتوں کے نظام سے اسکی توضیح و تشریح ہے اس
ان کے وفاق پر بھی تبصرہ ہے ، آخر مین ریاست حیدرآباد کے جدید دستور
وضوع پر دوسری زبانوں کی تصانیف کے مقابلہ میں تو اس کتاب کی حیثیت
ہے ، لیکن اردو مین اسے نصابی کہ سکتے ہین ، لائق مؤلف نے اس میں
ے ساتھ سیاسیات کے جملہ مسائل ومباحث کو قلمبند کر دیا ہے ، اس کی یہ خصوصیت
مین جابجا اسلامی اصول سیاسیات پر بھی بحث کی گئی ہے ، جس سے عموماً اس قسم
ہین ، مؤلف کا یہ اسوۂ حسنہ ان تمام فنون پر لکھنے والون کے لئے جن کے آثار
می تاریخ مین موجود ہین ، لائق تقلید ہے ، اس کتاب کو بھی لکھے ہوے دو سال
مین دنیاے سیاست کا نقشہ ہی بدل گیا ہے ، تاہم بہت سے بنیادی مسائل
ہین ، اس لئے اس کتاب کا افادہ اپنی جگہ پر قائم ہے ،

" م "

جلد ۴۸ ماہ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۱ء عدد ۲

مضامین

شذرات	سید سلیمان ندوی	
ظہور الاسرار نامی اور مظہر کرہ ،	جناب مولوی امتیاز علی خان صاحب عرشی ، ناظم کتابخانہ رامپور ،	۸۵-۹۷
قصص الحق ،	پروفیسر سید نواب علی صاحب سابق وزیر تعلیم ریاست جوناگڈہ ،	۹۸-۱۱۱
مجمع النفائس ،	جناب اقبال انصاری ایم اے ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی ، لکھنؤ یونیورسٹی ،	۱۱۲-۱۳۰
عربی زبان کے جدید رجحانات ،	" ص ع "	۱۳۱-۱۳۸
اخبار علمیہ ،		۱۳۹-۱۴۲
حشر جذبات ،	جناب ثاقب ، کانپوری ،	۱۴۳
غزل ،	جناب شاہد صدیقی ، اکبرآبادی ،	۱۴۴
رباعی	جناب اختر صہبائی ،	"
رسالوں کے سالنامے اور خاص نمبر ،	" م "	۱۴۵-۱۵۰
نئے رسالے ،	"	۱۵۱-۱۵۵
مطبوعات جدیدہ ،	"	۱۵۶-۱۶۰